الھدیٰ (182) | ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیت 194-197)

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾﴾

’’اے پروردگار! تو نے جن جن چیزوں کے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے وعدے کیے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوانہ کیجیو‘ کچھ شک نہیں کہ تو خلاف وعدہ نہیں کرتا۔ تو اُن کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو‘ مرد ہو یا عورت‘ ضائع نہیں کرتا‘ تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔ تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے میں اُن کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ (یہ) اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے، اور اللہ کے ہاں ہی اچھا بدلہ ہے۔ (اے پیغمبر) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکا نہ دے۔ (یہ دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر (آخرت میں) تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے‘ اور وہ بری جگہ ہے‘‘۔

سلیم الفطرت لوگ جب مقصد حیات سے آگاہی پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے اور دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہمارے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ اے اللہ! تو یقیناً اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں۔ البتہ ہمیں شک ہے تو اس بات کا کہ آیا ہم تیرے اُن وعدوں کے مصداق ہو سکیں گے یا نہیں۔ لہٰذا ہماری التجا ہے کہ تو اپنی شان غفاری سے ہماری کوتاہیوں پر پردہ ڈال دے اور ہمیں وہ سب کچھ دے جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ کر رکھا ہے۔

اس دعا کی تاثیر دیکھیے‘ اِدھر دعا کے الفاظ ختم ہوئے اُدھر اللہ تعالیٰ کا اعلان ہوا: **فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ** پس اُن کے پروردگار نے اُن کی دعا قبول کر لی اور فرمایا میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع کرنے والا نہیں ہوں‘ خواہ وہ عورت ہو یا مرد‘ تم ایک دوسرے میں سے ہو‘ ایک ہی ماں باپ کے ہاں بیٹا بھی ہے‘ بیٹی بھی۔ ہر فرد کو اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہو گی‘ عورت کو بھی‘ مرد کو بھی۔ میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت اختیار کی انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا اور میری راہ میں انہیں اذیتیں پہنچائی گئیں۔ انہوں نے میری رضا کے لئے جنگ کی اور جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ تو ایسے لوگ وہ ہیں کہ میں لازماً اُن سے اُن کی برائیوں کو دور کر دوں گا‘ اُن کے اعمال کے داغ دھبے دور کر دوں گا‘ اور میں انہیں ضرور داخل کروں گا اُن باغات میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ اُن کے اچھے اعمال کا بدلہ ہو گا اللہ کے ہاں۔ اور یقیناً اچھا بدلہ اللہ ہی کے ہاں ہے۔

اب خطاب کا رُخ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے۔ اے نبی! یہ کافر جو بھاگ دوڑ کر رہے ہیں‘ اسلام کو ختم کرنے کے لئے سازشیں کر رہے ہیں اور لوگوں کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کے خلاف طاقت اکٹھی کر رہے ہیں تو اس سے آپؐ دھوکے میں نہ آئیں‘ یعنی ان کی بھاگ دوڑ اور طاقت کے بارے میں کہیں آپؐ مرعوب نہ ہو جائیں۔ یہ تو ہم نے تھوڑی دیر کے لئے انہیں مال و اسباب دے رکھا ہے‘ اس سیم و زر کی کوئی وقعت نہیں۔ یہاں اس زندگی میں حق کی مخالفت میں یہ لوگ اپنی توانائیاں خرچ کر لیں‘ بہر حال مرنے کے بعد انہیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ چونکہ انہوں نے تمام زور اسلام کی مخالفت پر خرچ کیا ہے‘ لہٰذا اللہ کی ناراضگی کا نشانہ بنیں گے اور پھر اُن کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہ تو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

فرمانِ نبوی | چودھری رحمت اللہ بٹر

دعوت الی اللہ کی راہ میں رکاوٹیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: ((لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا یُؤْذٰی اَحَدٌ‘ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَیْنِ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ وَّمَا لِیْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ یَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ یُّوَارِیْهِ اِبْطُ بِلَالٍ)) (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’میں اللہ کی راہ میں ڈرایا اور ستایا گیا ہوں۔ میری طرح نہ کسی کو ڈرایا گیا ہے اور نہ ستایا گیا ہے۔ مجھ پر مسلسل تیس دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ اس عرصہ میں میرے اور بلال کے لئے ایسی خوراک نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے‘ سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جو بلال نے اپنی بغل میں چھپا رکھی تھی‘‘۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد	21 تا 27 اپریل 2005ء	شمارہ
14	11 تا 17 ربیع الاول 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا

فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس 6271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (1500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

چیک، منی آرڈر یا پے آرڈر

”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں

☆☆☆

”ادارہ“ کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

نگاہ بلند

یوں تو ڈان لیون کی ”کرامات“ سے ساری دنیا کسی نہ کسی درجہ میں متاثر ہوئی لیکن اپنے جنرل صاحب کی تو کایا ہی پلٹ گئی۔ ایک وقت وہ تھا کہ آپ آگرہ تشریف لے گئے تھے اور ہر سوال کے جواب میں کور ایشو کی تکرار کرتے اور اس کور ایشو کی رٹ سے بھارتی حکمران ایسے تلملائے جیسے کور ایشو کوڑا بن کر ان کی پیٹھ پر برس رہا ہے۔ ناشتے کی میز پر بھارتی اخبارات کے گھاگ ایڈیٹروں نے کارگل کی رٹ لگا کر جنرل مشرف کو ناک آؤٹ کرنا چاہا تو جنرل صاحب نے 71ء میں مشرقی پاکستان میں مکتی باہنی کی کرتوتوں سے پردہ اٹھا دیا اور ایسے تابڑ توڑ جوابی حملے کیے کہ بنگلہ دیش کے اس وقت کے حکمران بھی چلا اٹھے اور بھارتی حکمرانوں کی ایسی جگ ہنسائی ہوئی کہ انہیں یہ کہنا پڑا کہ جنرل نے ایڈیٹروں سے ملاقات کو پریس کانفرنس میں تبدیل کر کے سفارتی آداب کی خلاف ورزی کی ہے حالانکہ خود اخبارات کے سینئر ایڈیٹروں نے کارگل کے مسئلہ پر جنرل کو کارنر کرنے کے شوق میں پریس کانفرنس کا ماحول پیدا کیا تھا اور پھر بھارتی حکومت سفارتی بے ادبی کے حوالے سے اس حد تک گئی کہ مذاکرات ناکام ہونے پر جنرل مشرف کو پریس کانفرنس کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن ڈان لیون کا حادثہ فاجعہ کیا ہوا یوں محسوس ہوتا ہے کہ صرف سانچے پرانے ہیں ان کے اندر جو اور تھا انڈیل دیا گیا۔ کور ایشو کوڑا ہو گیا۔ ہم اس کا ذکر رسمی طور پر اور دبے ہوئے انداز میں کرنے لگے۔ اب بھارت اور امریکہ کے ہاتھوں میں Confidence Building Measures کا کوڑا ہے جو وہ لہرا لہرا کر ہماری پیٹھ پر برسا رہے ہیں اور ہر کوڑا کھانے کے بعد ہم بلبلا کر کہہ اٹھتے ہیں بھگوان کی قسم ہم روشن خیال ہیں، ہم اعتدال پسند ہیں اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ”قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھے، کب کا ترک اسلام کیا“۔ شب تاریک میں ایک ٹیلی فون کال کیا ہوئی کہ اس سے پہلے کہ دن تاریکی کا سینہ چیر کر فضا کو روشن کرے، دوستی دشمنی میں اور دشمنی دوستی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ ہم اپنی توپیں مشرق سے اٹھا کر شمال مغرب میں لے گئے اور وہ طالبان جنہیں پال پوس کر اور خونِ جگر پلا کر جوان کیا تھا، انہی کے خون سے زمین کو سیراب کرنا شروع کر دیا بلکہ اپنے قبائلی بھی ان کے دست راست ہونے کے شبہ میں قابل گردن زدنی ٹھہرے۔ اور وہ بھارت جو پیدائشی اور ازلی دشمن تھا اس کی رضا جوئی کے لئے ہم تیزی سے صحرا نوردی کر رہے ہیں۔ پہلے ہم نے اسلام آباد میں سارک کانفرنس میں شرکت کے لئے واجپائی کے ٹوٹے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے، وہ رضامند ہوئے تو ہم نے اسے عظیم فتح سے تعبیر کیا۔ پھر منت خوشامد کر کے ان کی کرکٹ ٹیم کو بلایا اور اس کی ایسی آؤ بھگت کی اور سیوا کی خاطر وہ کچھ کیا کہ کئی سربراہان مملکت رشک کرتے ہوں گے۔ پھر گویے اور ناچے جنہیں تہذیب جدید نے فنکار کا نام دیا ہے ان کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو بھارت کا موڈ بھی سیٹ ہو گیا۔ ثقافتی طائفوں کے تبادلہ کا وہ ہمیشہ خواہش مند رہا ہے کیونکہ بھجن گانا اور ناچنا اس کے مذہبی کلچر کا حصہ ہے۔ ان فنکاروں نے پاک سرزمین پر قدم رکھ کر جو پہلی بات کہی وہ یہ تھی کہ جغرافیائی لکیریں جو 47ء میں کھینچ دی گئی تھیں وہ محبت کے راستے میں حائل ہیں یعنی بات سافٹ کارنر سے سافٹ بارڈر کی طرف چل پڑی۔ لہٰذا سری نگر سے مظفر آباد کو بس چلائی گئی تاکہ کور ایشو کا مردہ بدبو نہ دینے لگے۔ اس کی تدفین کی آخری رسومات میں بھارتی حکومت کے سربراہ من موہن سنگھ اور برسر اقتدار جماعت کانگریس کی سربراہ سونیا گاندھی بنفس نفیس شامل ہوئے۔ جب ہماری کرکٹ ٹیم کو بھارتی یاترا کا اعزاز نصیب ہوا تو ہمارے صدر کا دل بھی مچل اٹھا پھر یہ کہ بھارت میں کرکٹ میچ دیکھنا ایک باوردی صدر کی سنت ہے جس کا احیاء لازم تھا۔ نٹور سنگھ کے اس بیان کے باوجود کہ کسی مزید تقسیم کا یا سرحدوں کے رد و بدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر کشمیر پر بات ہوئی تو اس کشمیر پر ہو گی جو پاکستان کے قبضہ میں ہے، آگرہ سے بڑے غصے میں واپس آنے والے جرنیل نے بالکل دل میلا نہ کیا اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ فسٹ لیڈی سمیت بھارت روانہ ہو گئے۔ بلکہ جانے سے پہلے سافٹ بارڈرز پر اپنی رضامندی کا اظہار بھی کر دیا۔ ہر حکمران کا دورہ کامیاب ہوتا ہے۔ صدر مشرف بھی کامیابی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے بھارت سے بھی آگے جا چکے ہیں۔

ندائے خلافت کے قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم خود امن اور دوستی کے داعی ہیں اور دشمنی و عداوت اور جنگ کو پسندیدہ فعل نہیں سمجھتے لیکن دوستی کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ گانا بجانا اور ناچنا ہندو کا مذہبی کلچر ہے اور سیکولرازم اس کا سیاسی کلچر ہے۔ اسی تہذیب کا اس وقت عالمی سطح پر غلبہ ہے ہم عالمی تائید اور حفاظتی چھتری تلے پناہ حاصل کرنے کے لئے اس بے حیا تہذیب اور سیکولرازم کے سیاسی کلچر کو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا نام دے کر اپناتے ہیں تو ہماری حیثیت ایک ایسی ندیا کی ہوئی جسے بہر حال دریا اور سمندر کا حصہ بن جانا ہے۔ ہمارے نزدیک بھارت کے لئے سافٹ کارنر رکھنا اور بھارت سے ملے ہوئے بارڈرز کو سافٹ کر لینے میں بھی قطعی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ہم اس نظریاتی بنیاد پر عمارت تعمیر کر چکے ہوں، جو ہندوستان کو

(باقی صفحہ 17 پر)

گوشۂ اقبال

سید قاسم محمود

دونوں کے صنم خاکی

اِک دانشِ نورانی، اِک دانشِ برہانی — ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی!
اس پیکرِ خاکی میں اِک شے ہے، سو وہ تیری — میرے لیے مشکل ہے، اُس شے کی نگہبانی!
اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک — تو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی!
ہو نقش اگر باطل، تکرار سے کیا حاصل؟ — کیا تجھ کو خوش آتی ہے، آدم کی یہ ارزانی؟
مجھ کو تو سکھا دی ہے، افرنگ نے زندیقی — اِس دور کے مُلّا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی!
تقدیر شکن قوت، باقی ہے ابھی اِس میں — ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی!
تیرے بھی صنم خانے، میرے بھی صنم خانے — دونوں کے صنم خاکی، دونوں کے صنم فانی!

دانشِ نورانی: اس سے مراد وہ عقل ہے جو انسان کے دل و دماغ کو منور کر دے اور اسے زندگی کی اصلیت و حقیقت پہچاننے کے قابل بنا دے۔ یہ عقل نورِ ایمان اور نورِ یقین کے مترادف ہے۔

دانشِ برہانی: وہ عقل جس میں فلسفے اور منطق کی دلیلوں سے کام لیا جائے۔ یہ عقل زندگی کی حقیقت کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی اور عموماً دلائل ہی کے اندھیرے میں چکر لگاتی رہتی ہے اور نورِ ایمان اور نورِ یقین پیدا کرنے کی بجائے شکوک و شبہات ہی پیدا کرتی ہے۔

(1) اس غزل کے مطلع میں اقبال نے دانشِ نورانی اور دانشِ برہانی کا فرق واضح کیا ہے۔ ایک دانش وہ ہوتی ہے جو ایمان اور یقین کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہے اور قلب و روح کو منور کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس دانشِ برہانی کا تعلق استدلال اور منطق و فلسفہ سے ہے، جس سے حقائق تک رسائی مشکل ہوتی ہے، اور دلائل کی بھول بھلیاں ہی میں گردش کرتی رہتی ہے۔ اس سے انسان کے تجسس میں تو اضافہ ضرور ہوتا ہے، لیکن یہ کسی بنیادی نتیجے پر پہنچنے میں مددگار ثابت نہیں ہوتی۔

(2) انسانی جسم میں ایک ایسے شے جو تیری نذر کے قابل ہے اور وہ شے ''روح'' ہے، جس کا تحفظ میرے لئے ممکن نہیں۔ مولانا غلام رسول مہر نے اس شعر کی تشریح میں اس شے کو ''دل'' سے تعبیر کیا ہے، لیکن اقبال نے واضح طور پر ایک ایسا اشارہ دیا ہے جو دل کی نسبت روح کو زیادہ بہتر طور پر نمایاں کرتا ہے۔ علامہ نے اس شعر کے پہلے مصرعے میں پیکر خاکی کا ذکر کرتے ہوئے جس شے کا حوالہ دیا ہے، وہ روح کے سوا اور دوسری کوئی چیز نہیں ہو سکتی، جو کسی مرحلے پر بھی انسان کے قبضۂ قدرت میں نہیں۔ مزید یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق اور اس پر قابض ہے، تاہم دل تو ایک مادی شے ہے جو اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک جسم زندہ ہے، جسم کے ساتھ دل بھی دھڑکنا بند کر دیتا ہے۔ انسان کی زندگی ختم ہو جائے تو جسم اور دل اور دیگر اعضاء تو یہیں دنیا میں رہ جاتے ہیں، لیکن روح فنا نہیں ہوتی، وہ عالمِ بالا کو پرواز کرتی ہے اور روزِ جزا و سزا کے لیے جوابدہ رہتی ہے۔

(3) میری آہ و فریاد اگر اب ستاروں تک جا پہنچی ہے، تو یہ ایک فطری امر ہے۔ اس میں میری کیا خوبی یا کیا قصور ہو سکتا ہے، جب کہ شعر کے ذریعے اظہار کا جوہر تو اے خدا، خود تُو نے ہی مجھے عطا کیا ہے۔

(4) انسان جس طرح سے فنا و بقا کے مراحل سے گزرتا ہے، اس سے تو اس امر کا اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی وجود ایک نقشِ باطل کی طرح تھا، جب چاہا، اسے تیرے قبضۂ قدرت نے ختم کر ڈالا، لیکن یہ تو بتا کہ انسان، جس کو تو نے خود تخلیق کیا اور فرشتوں سے بھی افضل قرار دیا، پھر اِس آسانی سے اس کی فنا پذیری اور اس کی ناقدری، کیا خود تیرے لیے باعثِ مسرّت ہے؟

(5) تسلیم کہ مغرب کی تعلیم و تہذیب نے مجھے تو مذہب سے بیگانہ کر دیا ہے، لیکن اس عہد کے ملا تو مغربی تعلیم و تہذیب کے خلاف غوغا آرائی کرتے رہتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ مذہب سے بیگانہ اور لاتعلق ہے، بلکہ اس کے لئے باعثِ ننگ ہو کر رہ گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ملاّ بالعموم اپنے مفادات کے لئے اسلام کی غلط تاویلیں کر کے عام لوگوں کو اس سے منحرف کر رہے ہیں۔

(6) وہ لوگ احمق ہیں جو انسان کو تقدیر کا پابند خیال کرتے ہیں، جبکہ وہ تقدیر کے خلاف تدبیر و جفاکشی کی قوت بھی رکھتا ہے اور واقعی یہ حقیقت بھی ہے کہ انسان نے اپنی بے ہمتی اور بے عملی کے سبب کسی بھی معاملے کو تقدیر کا نام دے دیا ہے، حالانکہ اللہ نے انسان کو وہ قوت بھی عطا کی ہے جو نامساعد حالات کو اپنی مرضی کے مطابق بدل ڈالے۔

علامہ اقبال کا یہ شعر خاصی گہرائی کا حامل ہے۔ وہ ایسے افراد کی نشاندہی کرتے ہیں جو اپنے تساہل اور بے عملی کے سبب ہر مصیبت ہی کو تقدیر کے پلڑے میں ڈال دیتے ہیں، جبکہ ہمت و جرأت سے عمل اور جدوجہد کے ذریعے انسان کم و بیش ہر مشکل پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(7) یہ شعر قدرے اُلجھا ہوا ہے، اور اس کی تشریح ایک سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس کی تہہ تک پہنچنے کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ چونکہ اس غزل کے باقی اشعار میں اقبال اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہیں لہٰذا غزل کی مجموعی وحدت و کیفیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ جس طرح انسان کے بنائے ہوئے بت مٹی کے ہیں، اسی طرح خدا نے بھی جو بت بنائے ہیں، وہ مٹی کے ہیں، اور ہر طرح کے بت فنا ہو جانے والے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شعر میں اقبال کا مخاطب اللہ نہیں تو اور کون ہے۔ مولانا مہر نے تو ''اے مخاطب'' کہہ کر جان چھڑالی ہے۔ لکھتے ہیں: ''اے مخاطب! تُو بھی بت خانے کے لئے بیٹھا ہے، میں بھی بت خانے کے لئے بیٹھا ہوں۔ دونوں کے بت مٹی کے ہیں اور ان کے فنا ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں''۔ ہمارا یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ اس شعر میں اقبال کا مخاطب اللہ نہیں، بلکہ کوئی اور۔ اور وہ کون ہے؟

''ندائے خلافت'' کے قارئین کو صلائے عام ہے کہ وہ اس شعر میں اقبال کے مخاطب کی نشان دہی کرنے میں غور و فکر کریں اور ہماری بھی رہنمائی کریں۔

نورِ فطرت اور قلبِ سلیم: ایک عظیم حقیقت

بحوالہ سورۂ قٓ ......(6)

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے یکم اپریل 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ہم سورۂ قٓ کی 35ویں آیت تک مطالعہ کر چکے ہیں۔ تاہم چند آیات کا ترجمہ ربط مضمون کے لیے دوبارہ سن لیں۔ اس سے قبل آیات میں میدان حشر کا نقشہ کھینچا گیا' پھر جہنم کا ذکر آیا اور ان لوگوں کا تذکرہ آیا جو جہنم رسید ہوں گے۔ پھر اس دن کی ہولناکی کے حوالے سے فرمایا: ﴿یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍo﴾(30) ''ہم پوچھیں گے اس دن جہنم سے کہ کیا تیرا پیٹ بھر گیا۔ (لیکن اس کی طلب ابھی باقی ہوگی) وہ کہے گی' کچھ اور بھی ہے تو لایا جائے''۔ اس آیت کا اصل پیغام یہ ہے کہ دنیا میں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں رکھا اور آخرت کو بھلائے رکھا' انہیں بے دریغ جہنم میں جھونکا جائے گا۔ ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍo﴾(31) ہاں' اللہ سے ڈرنے والے' جنہیں دنیا میں رہتے ہوئے بھی آخرت یاد تھی' جنہوں نے آخرت کو اپنی منزل بنایا' ان کے اعزاز کے لیے جنت ان کے نزدیک لائی جائے گی تا کہ اہل تقویٰ کو زیادہ مشقت نہ ہو۔ ﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍo﴾ (32) یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا' اس جنت کا وعدہ ہر اس شخص سے تھا جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا' فوراً توبہ کرنے والا تھا۔ مسئلہ انفرادی ہو یا اجتماعی' کسی کا ذاتی ہو یا قومی' ہر معاملے میں اللہ ہی سے رجوع کرنے والے جنت کے حقدار ہوں گے۔ اللہ سے رجوع کرنے کا طریقہ قرآن کی ہدایت اور آنحضورﷺ کی سنت کی پیروی ہے۔ یہ شخصیت اور کردار اللہ کو مطلوب ہے۔ لیکن اگر سب کچھ دنیا کے لیے ہو رہا ہو' ساری بھاگ دوڑ دنیا کمانے کے لیے ہو' ہر اہم معاملے میں قرآن وسنت سے رہنمائی لینے کی بجائے اپنی عقل سے فیصلے کیے جاتے ہوں' لیکن کسی وقت جا کر مسجد میں نماز پڑھ لی یا کبھی عمرہ ادا کر لیا تو یہ طرز عمل اللہ کو قبول نہیں ہے۔ ایسا شخص اَوّاب نہیں کہلا سکتا۔ حفیظ کا مطلب ہے کہ ہر معاملے میں اللہ کے احکام کی حفاظت اور پاسداری کرنے والا' یعنی جو بھی حدود اللہ ہیں' حلال وحرام کی، جن سے روک دیا ان سے رک جانے والا' جس کا حکم دیا اس کو بجا لانے والا۔ ساتھ ہی ان کا ایک وصف اور بیان ہوا۔ ﴿مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ﴾ ''جو رحمٰن سے ڈرتا رہا غیب میں رہتے ہوئے''۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو امتحاناً غیب میں رکھا گیا۔ چنانچہ اس امتحان میں کامیاب وہ ہوگا جسے ہر وقت آخرت کا خیال دامن گیر رہتا تھا' جس نے اپنی منزل دنیا کو نہیں بنایا تھا بلکہ آخرت کو سمجھا تھا۔ آگے فرمایا: ﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍo﴾(33) ''اور جو آیا ہے قلب منیب کے ساتھ''۔ یعنی جو اللہ کی طرف رجوع رہنے والا دل لے کر آیا۔

قلب اصل میں ایک استعارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک طرف نورفطرت (Divine Spark) رکھا ہے' دوسری طرف اس کا نفس امارہ ہے جو پستی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے۔ اس میں جو نورانیت یا نورفطرت ہے اس کا رخ اللہ کی طرف ہے۔ اس شے کا محل اور مقام قرآن نے جو معین کیا وہ قلب ہے۔ اب یہی وہ مادی قلب یا سینے میں کوئی اور مرکزی مقام ہے جسے قلب کہا گیا' اس کا ہم تعین نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ بہرحال کسی کا نورفطرت اگر گناہوں' غلط ماحول' غلط تربیت سے آلودہ نہ ہو اور توحید پر قائم رہے تو اسے قرآن میں ''قلب سلیم'' کہا گیا ہے' جیسا کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا: (كُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ) ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔'' معاشرہ چاہے کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو' ہر دور میں اس کی کوئی نہ کوئی مثال مل جائے گی کہ کچھ لوگوں کا قلب اس معاشرے میں رہتے ہوئے بھی سلیم اور محفوظ رہتا ہے۔ اس حوالے سے انبیاءؑ کی تاریخ میں قرآن مجید نے جس مثال کو سب سے زیادہ نمایاں کیا وہ حضرت ابراہیمؑ کی ہے۔ آپؑ ایک بت تراش کے گھر پیدا ہوئے۔ ایک مذہبی پیشوا کے گھر میں جنم لینے والا بچہ بت پرستی کے خلاف اعلان بغاوت کرے بلکہ بتوں کو جا کر توڑ دے اور کہے کہ میں تو ایک رب کو ماننے والا ہوں' یہ وہ قلب سلیم ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضورﷺ کی جب بعثت ہوئی تو معاشرہ اپنے زوال اور انحطاط کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔ ہر طرف شرک وکفر اور جہالت کی تاریکیاں تھیں۔ ڈھائی ہزار سال سے وہاں کوئی نبی اور رسول نہیں آیا تھا۔ خانہ کعبہ کو بت کدہ بنا دیا گیا تھا۔ اس ماحول میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے آنحضورﷺ کی بعثت سے قبل کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا' جو قلب سلیم کے مالک تھے۔ وہ تلاش حقیقت میں جگہ جگہ گئے۔ حضرت خدیجہؓ کے چچا ورقہ بن نوفل تلاش حق کے لیے نکلے تھے اور بالآخر حضورﷺ سے پہلے جو نبی تھے یعنی حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئے' اور آنحضورﷺ پر جب وحی کا آغاز ہوا تو انہوں نے فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں موجود ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کی مثال ہے کہ کسی بت کے آگے کبھی سجدہ ریز نہیں ہوئے۔ ایسے شخص کے سامنے جب حق کی بات آتی ہے اور وحی کی آواز پہنچتی ہے تو اسے ایمان لانے اور حق کو قبول کرنے میں ایک لحظہ نہیں لگتا۔ ایک اور مثال حضرت سعید بن زیدؓ کی ہے' جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ وہ خود بھی سلیم الفطرت انسان تھے اور بالکل ابتدائی دور میں ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ ان کے والد زید کا انتقال آنحضورﷺ پر آغاز وحی سے پہلے ہو گیا تھا۔ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ شخص بھی مؤحد کامل تھا۔ کسی بت کے آگے سر نہیں جھکایا بلکہ خانہ کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا کرتا تھا کہ پروردگار میں صرف تجھے پوجنا چاہتا ہوں' مجھے نہیں معلوم کہ تیری عبادت کیسے کروں' میں بیزار ہوں ان بتوں سے۔ یہ ہے وہ قلب سلیم' جو ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ یہ نورفطرت انسان کے اندر موجود ہے۔ اگر کسی کا قلب غلط ماحول اور غلط تربیت کے اثرات کی وجہ سے سلامتی پر نہیں رہتا تو اس آلودگی کو دور کرنے والی شے یہ قرآن ہے۔ آیات قرآنی کی بدولت جب یہ راکھ دور ہوگی تو اندر سے ایمان از خود برآمد ہو جائے گا۔ ایسے لوگوں کو حکم ہوگا ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ﴾ ''داخل ہو جاؤ (اس جنت میں) سلامتی کے ساتھ'' ﴿ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِo﴾ (34) ''اب یہ ہمیشگی کا دن ہے''۔ نہ کبھی موت آئے گی' نہ کبھی یہ نعمتیں ختم ہوں گی ﴿لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌo﴾(35) ان جنت کی نعمتوں کے بارے میں تفصیلات میں جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دو لفظوں میں ساری بات سمجھا دی کہ جو کچھ بھی تمہارے اندر طلب ہوگی' خواہش ہوگی' جو کچھ تم چاہو گے' وہ سب کچھ تمہیں ملے گا۔ اور اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس بہت کچھ ہے جس

تک تمہارے تخیل کی رسائی بھی نہیں ہے۔

اب 36ویں آیت سے اللہ کا جلال ظاہر ہو رہا ہے۔ دراصل قرآن مجید کا انداز خطابت کا ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ کوئی تحریر یا کتاب ہوتی ہے کہ ایک موضوع شروع ہوا اور اس کی تکمیل کے بعد نیا موضوع شروع ہو جائے۔ قرآن کا انداز خطابی ہے' یعنی مختلف موضوعات ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک موضوع پر گفتگو کرتے کرتے دوسرے پر گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ کبھی براہ راست حاضرین سے خطاب ہو رہا ہے' کبھی جو لوگ غائب ہیں انہیں حاضر فرض کر کے ان سے بات ہو رہی ہے۔ چنانچہ ایک بار پھر تذکیر بایام اللہ کے حوالے سے فرمایا: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ "ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو تباہ و برباد کیا" یہ سرداران قریش کس کھیت کی مولی ہیں۔ ان سے پہلے جو قومیں اور لوگ تھے ﴿هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ "وہ قوت اور طاقت میں ان سے کہیں بڑھ کے تھے"۔ ان سے پہلے بڑی بڑی تہذیبیں گزری ہیں۔ ان کے ساتھ کیا ہوا؟ ﴿فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ o﴾ (36) (انہوں نے اللہ کی وحی کو' اللہ کے رسول کو جھٹلایا تو اس کی پاداش میں) "جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو وہ بھاگنے لگے شہروں میں' کہ کہیں بھاگنے کی جگہ ہے" لیکن ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔ جن قوموں پر عذاب آیا ہے ان کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ ان کی جڑ کاٹ دی گئی۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ﴾ "یقیناً اس میں ہے یاد دہانی اور نصیحت' ہر اس شخص کے لئے جس کے پاس دل ہے"۔ دل تو سب کے پاس ہے' قلب کے بغیر تو حیات کا کوئی تصور ہی نہیں لیکن یہ اس دل کی بات ہو رہی ہے جسے قلب منیب اور قلب سلیم کہا گیا۔ جس کے پاس قلب سلیم ہے وہ فوراً اس یاد دہانی سے فائدہ اٹھائے گا۔ اسے حق کو سمجھنے اور قبول کرنے میں ایک لحظہ کی بھی دیر نہیں لگے گی۔ حضرت ابوبکر' حضرت عثمانؓ اور حضرت سعیدؓ ایسے ہی سلیم الفطرت لوگوں میں تھے جو بالکل شروع میں ایمان لائے ہیں۔ لیکن جن کے دلوں پر غلاف آ گئے تھے ان کے غلافوں کو ہٹانے میں وقت لگا۔ بعض غلاف ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہٹ ہی نہیں سکتے۔ وہ تعصب اور تکبر کا غلاف ہوتا ہے۔ سب کچھ سمجھ کر بھی تعصب اور ضد کا غلاف اتنا سخت ہوتا ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں اور ایسے دلوں پر اللہ تعالیٰ بالآخر مہر لگا دیتا ہے۔ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ بہرحال یہاں جو کہا گیا کہ ان واقعات میں یاد دہانی اور موعظت ہے۔ ایک تو اُس شخص کے لئے جو قلب سلیم کا مالک ہے' دوسرا کون ہے؟ ﴿اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ o﴾ (37) "اور اُس کے لئے بھی جو کان لگا کر توجہ سے سنے اور وہ حاضر باش ہو"۔ یہ میرے اور آپ کے لئے ہے کہ اگر قلب سلیم نہیں بھی ہے تو ایسا نہیں ہے کہ راستہ بند ہو گیا۔ وہ شخص جو کان لگا کر توجہ سے وحی کے پیغام کو سنے دل و دماغ کی حاضری کے ساتھ' اللہ کے کلام پر غور کرے سنجیدگی کے ساتھ' اس کا مطالعہ کرے توجہ سے تو اس کے قلب پر جو پردے اور غلاف ہیں وہ ہٹ جائیں گے۔ اگر کوئی گرد آ گئی ہے تو دور ہو جائے گی اور حقیقی ایمان اندر سے برآمد ہو جائے گا۔

دراصل ایمان کوئی ایسی شے نہیں ہے کہ جو باہر سے لا کر انجیکٹ کی جائے بلکہ درحقیقت یہ انسان کے اندر موجود ہے۔ اس کو برآمد کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے مولانا رومؒ نے ایک بڑی خوبصورت تمثیل دی ہے کہ ایک سنگ تراش سے اس کے بچے نے سوال کیا کہ ابا جان یہ آپ نے پتھر سے شیر کا مجسمہ کیسے بنا لیا۔ اس نے کہا' میں نے شیر کو بنایا نہیں بلکہ شیر کا مجسمہ اس چٹان کے اندر موجود تھا۔ میں نے اردگرد سے کچھ پتھر ہٹا دیا تو اندر سے یہ برآمد ہو گیا۔ یہ تمثیل انہوں نے اس بات کو سمجھانے کے لئے دی ہے کہ ایمان اصل میں ایک چنگاری کی صورت میں اندر موجود ہے' اس پر اگر راکھ آ گئی ہے تو اسے ہٹانے پر اندر سے ایمان کی چنگاری خود ہی بھڑک اٹھے گی۔ اس راکھ کو ہٹانے کا آلہ یہ قرآن ہے' اس میں غور کرو۔ اسی طرح آیات آفاقی ہیں۔ زمین و آسمان کی تخلیق' مظاہر فطرت میں غور کرو۔ لازماً تمہارا دل اس بات کی گواہی دے گا کہ ایک ذات ہے جو کل حسن' کل خیر' تمام خوبیوں کی مالک ہے۔ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے' بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہے۔ یہ غور و فکر کرنے سے فطرت کی گواہی اندر سے ہی برآمد ہو جائے گی۔ اس کو حاصل کرنے (برآمد کرنے) کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کا قلب محفوظ ہو۔ اس نے شروع سے اپنی زندگی فطرت کے مطابق گزاری ہے۔ غلط ماحول اور تربیت کا کوئی اثر اس نے قبول نہیں کیا تو وہ پیغام وحی سنتے ہی فوراً حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ اگر یہ نہیں ہے' اس پر غلاف اور پردے آ گئے ہیں تو ان کو ہٹانے کے لیے جو شخص بھی اللہ کے کلام کو توجہ سے سنے گا اور ان آیات پر دھیان دے گا وہ جلد یا بدیر قرآن کی ہدایت اور نصیحت سے فائدہ اٹھا سکے گا۔ لیکن اگر کوئی سننے سمجھنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے تو پھر اللہ کی سنت یہ نہیں ہے کہ زبردستی کسی کو راہ ہدایت پر لے آئے۔ قرآن کی یہ تاثیر اہل عرب کے لئے سب سے زیادہ مؤثر تھی۔ اس لئے کہ وہ عربی زبان کے رموز سے واقف تھے۔ یہ کلام براہ راست ان کے دل پر اثر کرتا تھا۔ اس کے باوجود اگر ابوجہل ایمان نہیں لایا' ابولہب محروم رہ گیا تو وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس نہ قلب سلیم تھا نہ انہوں نے قرآن کریم کو توجہ سے سننے کی کوشش کی۔ ایک کان سے سنا دوسرے سے اڑا دیا' بلکہ تمسخر اڑایا۔ وہ یہاں تک احتیاط کرتے تھے کہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر جاتے تھے تاکہ کوئی بات واقعی دل میں نہ اتر جائے۔ بہرحال دلوں پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹانے میں سب سے مؤثر شے قرآن ہے' اگر کوئی توجہ سے سنے۔

اب اگلی آیت پر غور کیجئے۔ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ "ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' چھ دنوں میں پیدا کیا۔ یہ بات قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر آئی ہے۔ اس کے حوالے سے اتنی بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے دو عالَم ہیں۔ ایک عالَم امر ہے کہ جس میں اس کا کلمہ کن جیسے ہی ادا ہوا وہ چیز وجود میں آ گئی۔ اس میں نہ کوئی وقت لگا نہ اس میں کوئی مراحل ہیں۔ دوسرا عالَم خلق ہے' یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی عالَم ہے۔ یہاں چیزوں کو پیدا کرنے میں مراحل ہیں۔ یہ عالَم خلق زمان و مکان (Time and Space) کی حدود میں جکڑا ہوا ہے۔ اس مادی کائنات میں ہر چیز کو اپنے نقطہ عروج تک پہنچنے میں وقت لگتا ہے۔ بیج سے درخت بننے میں بھی وقت درکار ہے۔ ایک انسان اچانک وجود میں نہیں آتا۔ پہلے تو رحم مادر میں وہ مختلف مراحل سے گزرا ہے' پھر اس کی پیدائش کے بعد کئی مراحل ہیں۔ بچپن ہے' لڑکپن ہے' نوجوانی ہے' شباب ہے اور بڑھاپا ہے۔ اسی طرح کائنات کی تخلیق میں وقت لگا ہے۔ چنانچہ یوں نہیں فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کو ہم نے کُن کہا اور وہ وجود میں آ گئے بلکہ ہر جگہ قرآن یہ کہتا ہے کہ زمین و آسمان کے اس سلسلے کو چھ دنوں میں پیدا کیا گیا۔ اور دن سے کیا مراد ہے؟ بعض مقامات پر تو یہ فرمایا: ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ o﴾ (الحج:47) "ایک دن تو اللہ کا تمہارے حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہے"۔ اور ایک مقام پر یہ بھی ہے کہ ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ (المعارج:4) یہاں اللہ نے اپنے ایک دن کو پچاس ہزار سال کے برابر قرار دیا' اور سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ اس کائنات کو موجودہ شکل تک پہنچنے میں بہت طویل عرصہ لگا ہے۔ بہرحال اسے پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ یہ عالم خلق بھی اسی کا اور عالم امر بھی اسی کا ہے: ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (اعراف:54) یہ کسی نیوٹن یا آئن سٹائن نے نہیں پیدا کیا۔ کوئی فرعون یا نمرود اس کا خالق نہیں تھا۔ جو اضافی بات یہاں پر آئی ہے وہ دراصل عیسائیوں کے ایک غلط تصور کی نفی ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ o﴾ (38) "اور ہمیں تھکن یا تھکاوٹ لاحق نہیں ہوئی"۔ یہ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ انجیل میں بھی چھ ہی دنوں کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو چھ

دنوں میں پیدا کیا لیکن وہاں عیسائیوں نے خود اضافہ کر لیا کہ اللہ نے ساتویں دن آرام کیا۔ اسی سے ان کے ہاں یہ ہفتہ وار چھٹی کا concept لیا کہ ہفتے میں چھ دن کام کرو اور ایک دن آرام۔ یہاں اس کی نفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس مت کرو۔ ہم نے اس دنیا کو چھ دن میں پیدا کیا اور کوئی تھکاوٹ لاحق نہیں ہوئی۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی حیات پر قیاس کرنے لگے تو یہ ہماری نادانی ہے: ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ (بقرہ:255) اس کی حیات ایسی ہے کہ نہ اس میں کوئی نیند کا تصور ہے۔ نہ اسے اونگھ آتی ہے اسے کوئی تھکاوٹ لاحق نہیں ہوتی۔

آگے فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ﴾ ''(اے نبی) آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کہتے ہیں''۔ اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں آخرت کا انکار کر رہے ہیں' اس کے لئے طرح طرح کی دلیلیں لاتے ہیں' شیطان بھی انہیں نئی نئی پٹیاں پڑھاتا ہے' لیکن آپ صبر کیجئے۔ تمام انبیاء کو یہی تعلیم دی گئی۔ یہی حکم آپؐ کے لئے بھی تھا کہ اگرچہ وہی قوم جو پہلے آپ کو الصادق' الامین کہہ رہی تھی اب وہ آپؐ کا انکار کر رہی ہے۔ آپؐ کو ساحر اور مجنون قرار دے رہی ہے (معاذ اللہ) اللہ کی شان خلاقی کا استہزاء ہو رہا ہے۔ ان سب باتوں سے ایک گھٹن آپؐ کو محسوس ہوتی تھی۔ لیکن تلقین یہ ہے کہ آپؐ اپنا کام جاری رکھئے۔ اللہ کا جو پیغام ہے وہ پہنچاتے رہیے۔ کلمہ حق کو بلند کرتے رہیے۔ آگے فرمایا: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ o﴾ (39) ''اور آپ تسبیح کیجیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے سے قبل اور غروب سے قبل''۔ ﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ o﴾ (40) ''اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کیجیے۔ اور سجدوں (نماز) کے بعد بھی اللہ کی تسبیح کیجیے''۔ صبر کے لیے اللہ نے انسان کو جو تحفہ عطا کیا ہے وہ نماز ہے: ﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ صبر اور استقامت کیسے حاصل ہو گی۔ اللہ کی یاد سے اور اس کے لئے بہترین تحفہ نماز ہے۔ چنانچہ یہاں اشارہ کر دیا کہ آپ اپنے رب کی تسبیح کیجیے اس کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے یعنی فجر کی نماز میں۔ غروب سے پہلے ظہر اور عصر کی نماز ہے جبکہ رات کی نمازوں میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں۔ مزید فرمایا کہ سجدہ کرنے کے بعد یعنی نماز کے بعد بھی اللہ کی تسبیح اور تحمید کیجیے۔

ان آیات کے حوالے سے خاص طور پر اس معاملے کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ نماز ایسی اہم چیز جس کا تاکیدی حکم قرآن مجید میں بار بار ملتا ہے' اس کے اوقات' اس کی ترتیب' اس کی ہیئت کا پورا تعین قرآن میں موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ان آیات سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ شروع میں تین نمازیں فرض تھیں۔ ایک فجر کی' ایک عصر کی اور ایک تہجد کی۔ کسی نے کہا کہ قبل الغروب کے اندر عصر بھی شامل ہے اور ظہر بھی کیونکہ وہ بھی غروب سے پہلے ہے اور رات کی نماز میں مغرب بھی آجاتی ہے اور عشاء بھی' لیکن کہیں یہ بات کہ پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان پانچ کی وضاحت' یہ قرآن میں کہیں نہیں ملے گا۔ اسی طرح نماز کی یہ ترتیب کہ پہلے قیام ہے پھر رکوع ہے پھر کھڑے ہوتا ہے اور اس کے بعد سجدہ ہے وغیرہ یا یہ بات کہ رکوع ایک ہے اور سجدے دو ہیں' دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا ہے' یہ ترتیب بھی قرآن میں کہیں نہیں ملے گی۔ کیوں؟ یہ اس بات کا ایک واضح ثبوت ہے کہ دین نام ہے قرآن و سنت دونوں کے مجموعے کا۔ قرآن میں حکم آ گیا نماز پڑھو' لیکن پڑھو گے کیسے۔ اس کے لیے اللہ کا حکم ہے کہ اطاعت کرو رسولؐ کی' جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی یعنی رسولؐ کا کام یہ ہے کہ وہ وحی کی وضاحت کرے قول سے بھی اور عمل سے بھی۔ یہ ایک بہت اہم نکتہ ہے۔ عام طور پر جو منکرین حدیث ہیں' جو سنت کی اہمیت کا انکار کرتے ہیں۔ وہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ حدیث کی وجہ سے ہمارے اندر انتشار ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کوئی ایک حدیث کو مان رہا ہے' کوئی دوسری حدیث کو مان رہا ہے' اس سے اختلاف پیدا ہوتا ہے اور اس سے بگاڑ جنم لیتا ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے معاملہ برعکس ہے۔ جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ بس قرآن کافی ہے۔ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ یعنی قرآن اپنی وضاحت خود کرتا ہے' اس کے اندر ہر چیز واضح طور پر کھول کر بتا دی گئی' چنانچہ ہمیں کسی رسول کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ بنیادی طور پر ان کا فلسفہ یہ ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اگر اس حدیث اور سنت کو مانیں تو یہ ساری روشن خیالی جس کا آج تصور دیا جا رہا ہے اس کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کا انکار کر دو' بس قرآن ہی کافی ہے۔ تاریخی اعتبار سے ایک بات آپ سمجھ لیجیے کہ سب سے پہلے اس چیز کا نعرہ لگانے والے خوارج تھے۔ دور خلافت علیؓ میں یہ فتنہ اٹھا تھا انہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ (حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ) ہمارے لئے بس اللہ کی کتاب کافی ہے' ہمیں اس کو سمجھنے کے لئے قول رسول کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ دور ابھی صحابہؓ کا دور تھا۔ حضرت علیؓ اس وقت خلیفہ راشد تھے۔ اس وقت سب صحابہؓ نے کہا کہ یہ کھلا گمراہی ہے اور یہ لوگ خارج از اسلام ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے' تہجدیں پڑھتے تھے' داڑھیاں رکھتے تھے۔ لیکن اس بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہم قول رسول ﷺ کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں ہمارے لئے یہ قرآن کافی ہے تو پوری امت نے ان کا اخراج کیا۔ نماز کے حوالے سے بھی یہ بات سمجھ لیجئے کہ حدیث اور سنت سے اختلاف اور افتراق نہیں اتحاد پیدا ہوتا ہے جبکہ حدیث اور سنت کو نہ ماننے سے اختلاف اور افتراق پیدا ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ نماز کا ذکر تو قرآن حکیم میں سینکڑوں جگہ پر ہے' سب مانتے ہیں' لیکن جو لوگ حدیث اور سنت کو نہیں مانتے ان کے ہاں نماز کے حوالے سے جو بے پناہ اختلاف اور افتراق پایا جاتا ہے وہ بڑا عجیب ہے۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ نماز کا یہ مفہوم ہی نہیں ہے بلکہ نماز کا مطلب ایک صالح معاشرہ قائم کرنا ہے۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو سات نمازوں کے قائل ہیں۔ وہ جب قرآن مجید سے کوشش کرتے ہیں تو کسی کو سات نظر آتی ہیں' کچھ کہتے ہیں کہ تین ہیں' کوئی پانچ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں یہ مظاہر رکوع اور سجود کرنا ظاہراً یہ شرک ہے یعنی نماز کی ہیئت ہی کو شرک قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ آج تک نماز کے بارے میں ہی متفق نہیں ہو سکے۔ امت میں آج تک مجموعی طور پر اتنا اختلاف نہیں ہوگا جتنا منکرین حدیث اور منکرین سنت کا صرف نماز کے مسئلے پر اختلاف ہے۔ لیکن جو لوگ سنت اور حدیث کو مانتے ہیں' ان کے اتحاد کا یہ عالم یہ ہے کہ سوا چودہ سو سال گزرنے کے باوجود بھی پوری امت ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتی ہے اور نماز کی formation ڈسٹرب نہیں ہوتی۔ سب کے نزدیک پانچ نمازیں فرض ہیں۔ سب کے نزدیک فجر کی دو ہی رکعتیں فرض ہیں' ظہر کے چار فرض ہیں' عصر کی چار رکعتیں ہیں' مغرب کی تین اور عشاء کی چار ہیں۔ کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ فجر کی چار ہیں اور عشاء کی دو ہیں۔ سب کے نزدیک نماز کی ایک ہی ترتیب ہے۔ پہلے قیام پھر رکوع اور رکوع بھی ایک' پھر دو سجدے۔ چنانچہ اس کا مشاہدہ آپ حج کے موقع پر کر سکتے ہیں۔ حرمین میں حنفی' حنبلی' مالکی' شافعی' جعفری' یا کسی اور امام کی فقہ کے پیروکار جو قرآن و حدیث دونوں کو تسلیم کرتے ہیں' سب ایک امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور کہیں کسی کی نماز ڈسٹرب نہیں ہوتی۔ یہ معجزہ حدیث و سنت کی برکت کا ہے۔ بہر حال یہ ہے اصل بات کہ دین نام ہی قرآن و سنت کے مجموعہ کا ہے۔ سنت سے قرآن کو جو الگ کرے گا وہ چاہے قرآن کا کتنا بڑا علمبردار کیوں نہ ہو وہ درحقیقت سب سے بڑا فتنہ گر اور دین کی جڑوں کو کھودنے والا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنَا مِنْ ذٰلِكَ

آج کا مطالعہ یہیں ختم کرتے ہیں' باقی آیات پر آئندہ گفتگو ہوگی۔ ان شاء اللہ!

(مرتب: فرقان دانش خان)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

جو چپ رہے گی زبان خنجر' لہو پکارے گا آستیں کا

(عالم اسلام پر امریکی جبر و استبداد کے پس منظر میں نصرت خداوندی کے آثار و قرائن)

اُمت مسلمہ اس وقت جن چیلنجوں سے گزر رہی ہے اس پس منظر میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ایسے دعوتی اور مثبت مضامین شائع کیے جائیں جس سے ان کے قلوب کو تسکین ہو' زیر نظر مضمون کا بھی اس تناظر میں مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ (ادارہ)

محمد الیاس ندوی بھٹکلی

آج سے تین ہزار تین سو سال قبل براعظم افریقہ میں دریائے نیل کے کنارے اس وقت دنیا کی ایک عظیم ترین سلطنت قائم تھی جس کے حکمران کا نام رعمسیس دوم تھا، اس نے انسانی تاریخ میں سفاکی و بربریت کی وہ نظیر قائم کی کہ شاید قیامت تک کوئی اس کا مقابلہ کر سکے' اس نے اپنی ہی حکومت کے زیر نگیں چھ لاکھ پر مشتمل ایک ہی قوم کے کم از کم دس ہزار نوزائیدہ بلکتے سسکتے معصوم بچوں کو خود ان کی ماؤں کی آنکھوں کے سامنے ان کے پیدا ہوتے ہی بے دردی سے بکروں اور مینڈھوں کی طرح ذبح کیا تھا صرف اس خدشہ سے کہ کسی نجومی کی پیشنگوئی کے مطابق ان ہی میں سے ایک بچہ بڑا ہو کر اس کی سلطنت پر قبضہ کرنے والا تھا' اس کی یہ سنگ دلی ایسی تھی کہ زمین پھٹتی اور وہ تڑپ تڑپ کر سب کے سامنے دھنس جاتا اور بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنتا' لاکھوں کروڑوں ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والے آقا و مولیٰ کو اس پر غصہ تو آیا لیکن اس کی حلیم و بردبار ذات بے ہتانے اپنی بے پناہ حکمت کے پیش نظر اس سے انتقام کو مؤخر کر دیا اور ایسے وقت حیرت انگیز طریقہ پر اس کی گرفت کی کہ دنیا کے کسی بھی انسان کو شاید ہی گمان ہوتا کہ اس وقت اس پر قدرت کی مار پڑنے والی ہے' جس دریا نے اس کے ظلم و ستم سے حکم خداوندی سے ہجرت کرنے والے اس وقت کے نبی اور ان کے متبعین کو خشک راستہ دے کر پار کرایا وہی دریا اس کی غرقابی کا سبب بنا' یہ مظلوم قوم بنی اسرائیل تھی جو اس وقت راہ حق پر تھی اور ان کے نبی حضرت موسیٰؑ تھے اور یہ جابر حکمراں فرعون تھا جس کی لاش آج بھی مصر کے عجائب گھر میں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ۔

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

بابل کی آشوری حکومت میں بھی اپنے وقت کا ایک ظالم ترین بادشاہ تھا جس نے اس وقت روئے زمین پر بسنے والے خدا کے محبوب ترین بندہ کو صرف اس جرم کی پاداش میں کہ وہ صرف اللہ ہی کی کبریائی و بڑائی کا اعلان کر رہے ہیں بھڑکتی آگ کے شعلوں کے سپرد کر دیا تھا یہ الگ بات تھی کہ وہ شعلے حکم خداوندی سے ان کے لیے گل و گلزار بن گئے' یہ سنگ دلی بھی ایسی تھی کہ اگر اسی وقت آسمان سے آگ برستی اور اس کو جلا کر راکھ کر دیتی تو بھی اس کے ظلم و جور کے مقابلہ میں یہ سزا ہیچ تھی وہ بادشاہ نمرود تھا اور اللہ کے وہ محبوب بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

دو سال قبل درندہ صفت امریکی فوجوں کی بندوقوں کی نوک پر افغانستان سے طالبان قیدیوں کو جب شیروں اور چیتوں کے پنجروں میں بند کر کے کیوبا منتقل کیا گیا اور میڈیا کے ذریعہ ان کی بے بسی کی تصویریں دنیا تک پہنچیں تو اس کو دیکھ کر سنگدل سے سنگدل انسانوں کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل گئے' ان کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں' دونوں ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے تھے' کانوں میں روئی ٹھونس دی گئی تھی اور زبانوں کو بند کر دیا گیا تھا' پیروں میں زنجیریں تھیں مسلسل کئی دنوں سے ان کو بھوکا رکھا گیا تھا اور آنکھوں میں تیز روشنی ڈال کر ہفتوں سے ان کو سونے سے بھی محروم کر دیا گیا تھا' زبان تھی لیکن بول نہیں سکتے تھے' آنکھیں تھی لیکن دیکھ نہیں سکتے تھے' پیر سلامت تھے لیکن چل نہیں سکتے تھے' کان محفوظ تھے لیکن سننے سے محروم تھے اس پر مستزاد یہ کہ ان کو ایسے تنگ پنجروں میں بند کر دیا گیا تھا کہ رکوع کی حالت میں وہ تھے اور سیدھے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ کابل و قندھار سے جب ان کو ہوائی اڈہ منتقل کیا گیا تو ان کو ایسے ٹرکوں میں بند کر دیا گیا تھا کہ اس میں ہوا کا گزر بھی نہیں تھا اور سانس لینا بھی مشکل تھا' دم گھٹ کر اسی میں اس وقت درجنوں لوگ شہید ہوئے' پیاس کی شدت سے جب ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوئی اور بے قراری بڑھی تو وہ اپنے ساتھی قیدیوں کے بدن سے گرمی کی شدت سے نکلنے والے پسینوں کو چوس کر اپنی پیاس بجھانے پر مجبور ہوئے ان شیطان صفت درندوں کا یہ انتقام محض اس لیے تھا کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے تھے اور اسی کا نظام اس کی سرزمین پر قائم کرنا چاہتے تھے ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (البروج:8)

ان مذکورہ بالا امریکی جبر و استبداد کے واقعات کو جب فرعون و نمرود کے مظالم کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں اللہ اور خدائی نظام پر غور کیا جاتا ہے تو ہمیں ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ اس امریکی بربریت پر بھی یقیناً خدا کو جلال آیا ہے لیکن مصلحت و حکمت کے پیش نظر ان ظالموں سے اس دنیا میں انتقام و بدلہ میں تاخیر ہو رہی ہے اس سلسلہ میں رب کائنات کی طرف سے قرآن میں بیان کیے گئے دو ضابطوں اور اصولوں پر اگر ہماری نظر ہو تو مؤمن کا دل اس سے شدید سخت ترین حالات میں بھی مطمئن رہتا ہے پہلا اصول یہ ہے کہ ظالموں کو قدرت کی طرف سے آخری درجہ کی چھوٹ دی جاتی ہے کہ ان کے بس میں جور و ظلم کے جو امکانات ہیں وہ اس کو بروئے کار لائیں تاکہ ان کی جب پکڑ ہو تو اتمام حجت بھی ہو جائے' ارشاد خداوندی ہے کہ ہم ظالموں کو ہر طرح کی مہلت دیتے ہیں پھر جب ہم ان کی پکڑ کرتے ہیں تو ہماری پکڑ سخت ترین ہوتی ہے ﴿وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ﴾ (الاعراف: 183)۔ دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ سرکشوں و نافرمانوں اور ظالموں و باغیوں کی پکڑ ایسے وقت اور اس انداز سے ہوتی ہے کہ دنیا والوں اور خود مظلوموں کو بھی اس طریقہ پر ان کی گرفت کا شان و گمان بھی نہیں ہوتا ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف:182) وہ اپنی طاقت و قوت کی نشہ میں چور رہتے ہیں' ہر طرح کے وسائل ان کو حاصل ہوتے ہیں' ان کی شکست کے دور دور تک آثار و قرائن نظر نہیں آتے' دنیا یہ سمجھتی ہے کہ اب ان کا مقابلہ کسی قوم و جماعت کے لیے ان حالات میں ممکن نہیں حتی کہ اپنے وقت کے کامل الایمان اللہ کے برگزیدہ رسولوں پر بھی ان کی شکست کے متعلق مایوسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ﴿حَتَّى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ﴾ (یوسف:110) نبیوں کی زبان سے بھی اللہ سے یہ سوال ہونے لگتا ہے کہ اے اللہ تیری یہ مدد کب آنے والی ہے ﴿حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ﴾ (البقرہ:214) قرآن کی روشنی میں یہی کیفیت اس وقت اسرائیل اور امریکہ کی ہو گئی ہے کہ ظاہری اسباب و وسائل کے پس منظر میں ان کو شکست دینا عالم اسلام کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آرہا ہے لیکن قرآن ہم سے مخاطب ہے کہ خدائی پکڑ اور ان کی گرفت کا یہی موقع ہے کہ ظالم نے ظلم کی بھی حد کر دی ہے اہل ایمان بھی ان کی شکست و ہزیمت سے مایوس ہو گئے ہیں' وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ عراقی مسلمانوں کی مظلومیت جلد ہی رنگ لانے والی ہے' کیوبا میں قید طالبان قیدیوں کی آہیں اپنا اثر دکھانے والی ہیں' فلسطین کے معصوم یتیموں اور بیواؤں کی التجائیں ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے والی

ہیں لیکن اے مسلمانو.....! یہ انتقام تمہاری عجلت پر نہیں ہوگا بلکہ اللہ کی عادت کے مطابق ہوگا' اس وقت فوری نہیں ہوگا خدائی حکمت و مصلحت پر مبنی ہوگا' ان کی شکست کے آثار و قرائن کے بعد نہیں ہوگا بلکہ ان کے عروج و ترقی اور طاقت وقوت کے مظاہروں کے دوران ہوگا' تمہاری امید کے مطابق نہیں ہوگا بلکہ مایوسی وقنوطیت کے آخری درجہ میں پہنچنے کے بعد ہوگا' موجودہ حالات میں نہیں ہوگا دعوتی اعتبار سے تمہاری ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد ہوگا۔

قرآن کی روشنی میں مومنوں کی فتح و نصرت اور ظالموں کی شکست و گرفت کے لئے ان دو شرطوں کی تکمیل کے باوجود اس کے بین السطور ایک اور تیسری شرط بھی ہے جس کی طرف بالعموم ہمارا ذہن نہیں جاتا اور وہ شرط ابھی پوری نہیں ہوئی ہے یعنی اتمام حجت کے لیے ان تمام ظالموں تک دین کی دعوت کا پہنچنا' اس وقت دنیا والوں کے مطابق وہ ظالم ہیں اور ہم مظلوم لیکن دعوتی نقطہ نظر سے وہ مظلوم ہیں اور ہم ظالم اس لیے کہ خدا کی دھرتی پر رہ کر اس کے بے پناہ انعامات کے باوجود ہم نے اب تک خدا کا پیغام ان تک نہیں پہنچایا' قرآنی دعوت سے ان کو واقف نہیں کرایا' سالہا سال ان کے ساتھ ہم ایک ہی شہر اور ملک میں رہ کر گزارے' اذان میں اللہ اکبر کے الفاظ سن کر وہ یہ سمجھتے رہے کہ اس میں مغل بادشاہ اکبر کا نام لیا جاتا ہے' ہم نے ان کو یہ تک نہیں بتایا کہ یہ اللہ رب العزت کی حقیقت ہے اور اس کی کبریائی کا اعلان ہے' وہ ہم سے کہتے رہے کہ تم میں اور ہم میں فرق کیا ہے سوائے اس کے کہ تم قبروں پر سجدہ کرتے ہو اور ہم بتوں کے آگے سر جھکاتے ہیں' ہم نے ان سے اس کی وضاحت نہیں کی کہ اس قبر پرستی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے' ہم تو سوائے اللہ کے نبیوں اور ولیوں کو بھی پکار نہیں سکتے اور ان سے کوئی چیز طلب نہیں کر سکتے' ہم نے کفر و شرک کی قباحتوں سے ان کو باخبر نہیں کرایا' توحید کے دلائل ان کو نہیں سنائے' آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے اور مالک حقیقی کے سامنے سب کی لازمی پیشی اور حساب کتاب کی معقول و منطقی باتیں ان کو نہیں سنائیں' خدا مشرک جنہیوں سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں توحید کا پیغام نہیں پہنچا تھا تو وہ کہیں گے کہ اے رب.....! یقیناً تیرے بندوں نے ہمیں بتایا تھا لیکن ہم نے ہی جھٹلایا ﴿اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ﴾ (الملک: 8'9) کیا عالم انسانیت کے موجودہ حالات میں اس وقت روئے زمین پر بسنے والی چار ارب نسل انسانی معاذ اللہ جہنم میں ڈالنے کے بعد ان ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے متعلق یہ کہنے کی پوزیشن میں ہے کہ اے رب تیرے ان بندوں نے ہمیں جہنم سے ڈرایا تھا اور توحید کا پیغام پہنچایا تھا' جواب یقیناً نفی میں ہے' ہم نے ان دس فی صد بندگان خدا کو تو اسلامی تعلیمات سے واقف کرایا جو اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے متعلق جاننا چاہتے تھے لیکن ان نوے فیصد انسانوں تک جو اسلام سے واقف بھی نہیں ہونا چاہتے بلکہ اپنی شرک و کفر کی آلودگیوں میں مگن ہیں اور اپنے اس جرم عظیم کا انہیں احساس بھی نہیں ان کی نظروں سے اتمام حجت کے لیے توحید و رسالت کے دلائل گزارنے کے لیے ہم نے کیا کیا.....؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کا قولاً نہیں عملاً جواب دیئے بغیر خدائی نصرت و مدد اور ظالموں کی پکڑ کی امید نہیں کی جا سکتی' ہماری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم ان کو ایمان قبول کرنے کے لیے مجبور کریں اور لازماً ان کا ہاتھ پکڑ کر داخل اسلام کریں یہ تو رسولوں اور نبیوں کے بس میں بھی نہیں تھا سوائے خدا کے اس پر کسی کا بس نہیں چلتا لیکن یہ تو ہمارے بس میں ہے بلکہ ہمارے فرائض میں داخل ہے کہ ہم ان کو لازماً شرک کی قباحتوں سے آگاہ کریں اور توحید کے دلائل سنائیں' خدا کے یہاں نتائج پر ثمرات مرتب نہیں ہوتے بلکہ مساعی و نیتوں پر ہوتے ہیں حضرت نوحؑ نے ایک ہزار سال تک دعوت کا کام کیا اور بمشکل چند سو لوگوں کو ان کے ہاتھ پر ہدایت نصیب ہوئی ان کے مقابلہ میں ہماری امت میں دسیوں ایسے بزرگان دین تھے جن کے ہاتھوں لاکھوں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی لیکن اسے کروڑوں اولیاء اللہ پر حضرت نوحؑ کا درجہ قلت نتائج کے باوجود اللہ یہاں بڑھا ہوا ہے لہٰذا ہمیں بھی نتائج کی امید دعا کرتے ہوئے لیکن اس پر انحصار نہ کرتے ہوئے اپنی دعوتی کوششیں جاری رکھنی چاہیے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ آخرت میں اپنی گرفت سے بچنے کے لیے اور اس دنیا میں اللہ کے دشمنوں کی شکست کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لیے ہم اپنی اس مجرمانہ غفلت کو محسوس کریں اور اپنے ان دعوتی فرائض کو اولین فرصت میں انجام دینے کی کوشش کریں' جس دن ہمیں اپنی اس ذمہ داری کا احساس ہوگا اور مجموعی طور پر امت کی اکثریت عملاً اس میدان میں قدم رکھے گی اسی دن دشمن کی شکست اور ہماری فتح کا فیصلہ ہوگا۔

"میراتھن ریس کو فروغ دینا اسلامی اقدار کی دھجیاں بکھرنے کے مترادف ہے"

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 15 اپریل 05ء کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

صدر مشرف اور ان کے ہمنوا اسلام مخالف قوتوں کا دست و بازو بن کر اگر یہ سمجھ رہے ہیں کہ اسلام اور ملک وقوم کی خدمت ہو رہی ہے تو وہ خام خیالی اور خود فریبی کا شکار ہیں۔ حالانکہ ملک وقوم کی حقیقی خدمت وطن عزیز میں اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں ہے۔ یہی حال پنجاب حکومت کا ہے کہ ایک طرف قرآن محل قائم کئے جا رہے ہیں تو دوسری طرف قرآنی تعلیمات کے برعکس صوبے بھر میں مخلوط میراتھن ریس کو فروغ دے کر گویا اسلام کے بخیئے اُدھیڑے جا رہے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ خواتین کا نیکر یا چست لباس پہن کر سرعام دوڑ میں شریک ہونا تو دور کی بات اسلام میں خواتین کو گھر کے اندر محرم مردوں کے سامنے بھی ایسا چست لباس پہننے کی اجازت نہیں دی جس میں عورت کے جسمانی نشیب و فراز نمایاں ہوتے ہوں۔ آنحضورﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو نہایت باریک یا چست لباس پہن کر مردوں کے سامنے آتی ہیں جبکہ میراتھن ریس میں شریک خواتین میں سے بعض نیم برہنہ حالت میں ہوتی اور باقی نہایت چست لباس میں مردوں کے شانہ بشانہ دوڑ میں شریک ہوتی ہیں۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اُمت محمدیہ کی تشکیل اس لئے ہوئی ہے کہ وہ ساری انسانیت تک اللہ کے پیغام کو پہنچائے لیکن ہماری حکومت نادانی میں نظریہ روشن خیالی اور میراتھن ریس جیسے اقدامات کے ذریعے دشمنانِ اسلام کے کاز کو آگے بڑھا رہی ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ بعض دانشور ایسے معاملات کے جواز کے لئے احادیث کی من مانی تاویلات کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ دراصل "خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں۔ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق" کا مصداق بن کر اقدار دینی کی جڑیں کھود رہے ہیں۔ جبکہ حکمران اپنے ان اقدامات کو "روشن خیال اسلام" کا نام دے رہے ہیں اور اپنی اس روشن خیالی کے لئے علامہ اقبال کا نام استعمال کر رہے ہیں۔ بلاشبہ اقبال دورِ حاضر کے سب سے بڑے روشن خیال اور بہترین ترجمان القرآن تھے، جنہوں نے وقت کے تقاضوں کے مطابق قرآن کا پیغام پیش کیا۔ اقبال نے تو مسلمان خاتون کو یہ درس دیا ہے کہ وہ حضرت فاطمہؓ کا اسوہ اختیار کرے اور خود کو زمانے کی نگاہوں سے چھپا لے۔ لہٰذا حکمران اگر واقعتاً اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور انہیں اقبال سے عقیدت ہے تو ایسے غیر شرعی معاملات پر فی الفور پابندی عائد کریں۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

انڈونیشیا میں اسلامی تحریک کے بانی

سید قاسم محمود

انجمن فروغ تعلیم ''بودی اوتو مو'' کے تاسیسی اجلاس میں ایک لائحۂ عمل مرتب کیا گیا اور انجمن کے بنیادی مقاصد قرار دیے گئے:

(1) جہالت دور کرنے کے لیے سارے ملک میں تعلیم کی اشاعت کرنا۔

(2) دیہات میں تعلیم کی اشاعت کے لیے استادوں کی تربیت کرنا' انتظام کرنا اور سکولوں کے لیے عمارتیں وغیرہ فراہم کرنا۔

(3) لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دینا۔

(4) ذہین طلبہ کو دوسرے ممالک میں اعلیٰ تعلیم دلانے کا انتظام کرنا۔

(5) جگہ جگہ جلسے منعقد کر کے عوام میں تعلیم کی ضرورت واہمیت کو واضح کرنا۔

(6) اہلِ ملک میں قومی خدمت اور ترقی کرنے کا جذبہ پیدا کرنا۔

(7) انڈونیشی عوام کے دل سے احساسِ کمتری دور کر کے ان میں خود اعتمادی اور خودداری پیدا کرنا۔

(8) زراعت' صنعت اور تجارت کو فروغ دینا۔

''بودی'' اپنے اغراض ومقاصد کو لے کر تیزی سے آگے بڑھی۔ جاوا اور مادورا کے مختلف شہروں' قصبوں اور دیہات میں اس کی شاخیں اور مدرسے قائم ہو گئے' اور اس کے صدر وحی الدین ملک کے سب سے بڑے اور بااثر رہنما بن گئے۔

اگرچہ ''بودی اوتو مو'' ملک میں پہلی تعلیمی تحریک نہ تھی' اور اس سے دو سال قبل اس مقصد کے لیے ''جمعیت الخیریہ'' قائم ہو چکی تھی' جو تعلیم کی اشاعت اور طلبہ کو حصولِ تعلیم کی سہولتیں بہم پہنچانے کا کام پہلے سے انجام دے رہی تھی' لیکن ''بودی'' کے مقاصد زیادہ وسیع تھے' اور وہ انجمن فروغِ تعلیم کی شکل اختیار کر کے ملک میں احیائے اسلام کے ساتھ ساتھ تحریکِ آزادی بھی چلانا چاہتی تھی۔ نیز اس جماعت کو ایک بااثر تعلیم یافتہ طبقے کی تائید وحمایت حاصل تھی اور اس کی تنظیم پورے جاوا میں پھیلی ہوئی تھی' اس لیے اس کو بہت جلد بڑی مقبولیت اور اہمیت حاصل ہو گئی۔

بودی کے سیاسی مطالبات:

ابتداء میں ''بودی'' سیاست سے بالکل الگ تھلگ رہی' لیکن جب لوگوں کا رجحان سیاست کی طرف بڑھنے لگا اور غیر ملکی استعمار سے نجات کی تحریک چلی تو اس جماعت نے بھی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ اگست 1915ء میں ایک کانفرنس ہوئی' جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ جنگی حالات کے مدنظر انڈونیشی عوام کی عسکری تنظیم اور پارلیمانی نظامِ حکومت قائم کیا جائے۔ بودی نے ملک کی اہم سیاسی جماعتوں کو ایک نصب العین پر متحد کرنے کی بھی کوشش کی۔ چنانچہ وحی الدین کے بعد جب سوتو مو جماعت کے صدر ہوئے تو انہوں نے بودی کو ایک سیاسی وطنی تحریک کی حیثیت سے آگے بڑھانا چاہا' لیکن اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے' کیونکہ سیاسی میدان میں اس کو ''شرکت اسلام'' سے مقابلہ کرنا پڑا' جو اس دور کی سب سے بڑی اور ملک گیر تنظیم تھی۔ بودی کی تنظیم میں جاوی قومیت اور جاوی ثقافت کو بنیادی اہمیت دی گئی تھی اور اس کا دائرۂ عمل جاوا' مادورا اور بالی تک محدود تھا۔ اس کے برعکس شرکت اسلام ایک زبردست سیاسی تحریک تھی' جس نے تجدید و احیائے اسلام کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا۔ انڈونیشی عوام کا رجحان اسلامی تحریک کی طرف تھا اور جب بودی تعلیمی سرگرمیوں کے دائرے کو پھلانگ کر ''شرکت اسلام'' کے مقابلے میں آئی تو اپنی تنظیم کو قائم نہ رکھ سکی اور رفتہ رفتہ اُس کا اپنا وجود ختم ہو گیا۔

بودی سیاسی جماعت بن جانے کے بعد کوئی اہم اور نمایاں حیثیت حاصل نہ کر سکی۔ اس کی جدوجہد کچھ مطالبات پیش کرنے تک ہی محدود رہی۔

تحریکاتِ نسواں:

انڈونیشیا میں مذہبی اور سیاسی بیداری کے ساتھ تحریکاتِ نسواں بھی ترقی کرنے لگیں۔ اسلام پسند رہنما اسلامی تعلیمات کو صحیح طور پر پیش کرنا چاہتے تھے' اس لیے وہ تحریکاتِ نسواں اور خواتین کے اُن تمام حقوق کی حمایت کرتے تھے جو اسلام نے دیئے ہیں۔ ان لوگوں کے علاوہ فروغِ تعلیم اور آزادیٔ نسواں کے حامی بھی خواتین کے حقوق کی تائید کر رہے تھے۔ چنانچہ ملک کے مختلف حصوں میں خواتین کی انجمنیں اور تنظیمیں قائم ہونے لگیں' جن کا مقصد یہ تھا کہ معاشرے میں خواتین کا درجہ بلند کیا جائے اور اُن کو تمام جائز حقوق دیے جائیں۔ ''جمعیت الخیریہ'' اور ''بودی اوتو مو'' تعلیمِ نسواں کی تائید کر رہی تھی۔ رفتہ رفتہ خود خواتین میں بھی تعلیم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہونے لگا' اور آخرکار 1912ء میں جکاریہ میں ''آزادیٔ نسواں'' (Putri Merdeka) کے نام سے ایک جماعت قائم ہوئی' جس کا مقصد خواتین میں تعلیم کی اشاعت' مدارسِ نسواں کا قیام' طالبات کی خصوصی مالی امداد اور بے جا معاشرتی قیود کا انسداد تھا۔ آگے چل کر کئی اور جماعتیں قائم ہوئیں' جن میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عورتوں کی تعلیم وتربیت اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنے والی جماعتیں بھی شامل تھیں۔ ان میں سب سے اہم ''جمعیت العائشہ'' تھی جو تعلیمی ترقی اور معاشرتی اصلاح کے ایک جامع پروگرام کے تحت ''جمعیت المحمدیہ'' نے قائم کی تھی۔

لڑکیوں کے لیے سکول قائم کرنے کی غرض سے خصوصی کمیٹیاں بھی بنائی گئیں' جن کے زیرِ انتظام تحریکِ نسواں کی بانی کارتینی سے منسوب ''کارتینی سکول'' کے نام سے تمام بڑے شہروں اور قصبوں میں سکول قائم کیے گئے۔ تعلیم کے علاوہ خواتین کو امورِ خانہ داری کی تربیت دینے کی غرض سے بھی کئی جماعتیں قائم کی گئی تھیں' اور انہوں نے پکوان' سلائی' دایہ گیری' پرورش اطفال اور خانہ داری کی تربیت کے کئی ادارے قائم کیے۔ عورتوں کی یہ تمام جماعتیں ایک دوسرے سے تعاون کرتی تھیں اور اپنا دائرۂ عمل روز بروز وسیع تر کر رہی تھیں۔

شروع شروع میں خواتین کی تمام سرگرمیاں صرف گھریلو اور معاشرتی اُمور تک محدود تھیں اور وہ سیاسی تحریکوں میں کوئی حصہ نہ لیتی تھیں' لیکن رفتہ رفتہ انہوں نے قومی جدوجہد میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ خواتین کی مختلف انجمنوں کی سرگرمیوں کو زیادہ منظم اور مربوط کرنے کی غرض سے دخترانِ انڈونیشیا کی تحریک پر دسمبر 1928ء میں جوگجاکارتا میں خواتین کی مؤتمر منعقد ہوئی' جس میں یہ طے پایا کہ خواتین کی تمام جماعتوں کو ایک تنظیم کے ذریعے باہم مربوط کر دیا جائے۔ چنانچہ ''متحدہ انجمن خواتین انڈونیشیا'' (Perikatan Perempuran Indonesia) کے نام سے ایک وفاقی تنظیم قائم کی گئی' جس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انڈونیشیا کی خواتین اپنے ملک کی سیاسی تحریکِ آزادی میں پورا حصہ لیں اور مرکزی

تنظیم سیاسی سرگرمیوں میں اُن کی رہنمائی کرے۔ چنانچہ خواتین نے قومی تحریک میں حصہ لینا شروع کیا اور اعلانِ آزادی کے بعد جب آزادی کی جنگ شروع ہوئی تو جنگی سرگرمیوں میں خواتین بھی شریک تھیں' اور ماشومی نے ''جمعیت العائشہ'' کے حربی دستے تیار کر کے وہ تمام فرائض ان کو تفویض کر دیے جو اسلام کی قرونِ اولیٰ کی جنگوں میں مسلمان خواتین انجام دیتی تھیں۔

جب انڈونیشیا میں ''بودی اوتومو'' جماعت اپنی تعلیمی' معاشرتی و ثقافتی پروگرام کو روبہ عمل لانے میں مصروف تھی اور قومی احساسِ بیداری اور منظم تحریک کی شکل اختیار کرنے لگا تھا' انڈونیشی خواتین میں بیداری کے آثار پیدا ہو چکے تھے' اور وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے متحد و منظم ہو رہی تھیں' تو ہالینڈ میں تعلیم پانے والے انڈونیشی نوجوان بھی یورپ کی مختلف تحریکوں سے متاثر ہو کر ایک قومی تنظیم قائم کرنے میں مصروف ہو گئے تھے' اور وہ نوجوان سامنے آنے لگے تھے جو آگے چل کر اپنے ملک کی تحریک آزادی کے رہنما بنے۔ اسی زمانے میں انڈونیشیا کے تجارتی مراکز میں چینی اور انڈونیشی تاجروں کی باہمی کشمکش شروع ہوئی اور انڈونیشی تاجر باہمی اتحاد کے اصول پر منظم ہو کر اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ انڈونیشی تاجروں کی یہ تنظیم ''شرکت گانگ اسلام'' تھی' جس نے **1911**ء میں بڑی اہمیت حاصل کر لی تھی اور جب ولندیزیوں نے چینی کارندوں کی مراعات برقرار رکھنے کے لیے یہ انجمن ختم کر دی تو اس کے ایک نوجوان رہنما عمر سعید نے ''شرکت اسلام'' کے نام سے احیائے اسلام اور آزادیٔ وطن کی وہ عظیم تحریک شروع کی جو اہل انڈونیشیا کے دلی جذبات' اور تمناؤں کی ترجمان تھی' اور جس نے انڈونیشیا میں سیاسی بیداری پیدا کر کے آزادی کی تحریک کو ملک گیر بنا دیا۔

اسلامی تحریک اور تحریکِ آزادی

انڈونیشی محبان وطن نے قومی جدوجہد کے میدان میں پہلے منظم عملی اقدام کی حیثیت سے ''بودی اوتومو'' کا پُرجوش خیر مقدم کیا تھا' لیکن یہ تحریک انڈونیشی عوام کے دلوں میں جگہ نہ پا سکی۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ''بودی'' نے جاوی قومیت اور مقامی ثقافت کو بنیادی اہمیت دے کر اس پر بہت زور دیا' اور شدید اسلامی رجحانات رکھنے والے انڈونیشی عوام کے لیے قومیت و ثقافت کے ان تصورات میں کوئی کشش نہ تھی۔ تعلیم یافتہ طبقہ یہ چاہتا تھا کہ اسلام صحیح رنگ میں اور قابل عمل نظام حیات کی شکل میں پیش کیا جائے اور عوام کی بھی قلبی تمنا یہی تھی کہ اسلام کا نام پھر بلند ہو جائے۔ ولندیزی دورِ حکومت میں تقریباً تین صدیوں تک انڈونیشی مسلمان اعلیٰ تعلیم سے محروم رہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی ذہنی صلاحیتوں کو پوری طرح اُبھرنے کا موقع نہ ملا اور اسلامی دنیا کے فکری و عقلی سرمایے میں وہ کوئی قابل ذکر اضافہ نہ کر سکے' لیکن اسلام کی محبت اور وابستگی نے اُن کو ایک مقصد کی طرف گامزن رکھا اور اسلام کا تشخص و تحفظ انہیں ہر چیز سے زیادہ عزیز رہا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں خوش قسمتی سے انڈونیشیا کو چند ایسے رہنما مل گئے جو دنیائے اسلام میں ہونے والی احیائی تحریکات سے باخبر تھے۔ زمانے کے تقاضے شدت سے محسوس کرتے تھے اور اسلام کی مخالف و حریف طاقتوں کا موثر طور پر مقابلہ کرنے اور انڈونیشیا کے زوال پذیر اور جمود پسند مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے لیے اسلامی نظریۂ حیات کی تجدید کرنا چاہتے تھے۔ ان رہنماؤں میں سب سے ممتاز حاجی عمر سعید تھے' جن کی قیادت میں اسلامی تجدید و احیاء کے ساتھ ساتھ آزادی کی بھی تحریکوں کا ایک عظیم الشان عہد شروع ہوا۔

حاجی عمر سعید

انڈونیشیا میں تجدید و احیائے اسلام اور ولندیزی استعمار سے آزادی کی تحریک کے بانی حاجی عمر سعید چکرو آمینوتو' وسطی جاوا کے شہر ماویون میں 1883ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک بہت معزز اور علم دوست خاندان سے تھا۔ ابتدائی تعلیم دینی مدرسے میں ہوئی۔ اس کے بعد ولندیزی سکولوں میں جدید تعلیم حاصل کی۔ وہ ولندیزی حکومت اور اُس کی مذہبی پالیسی کے شروع ہی سے مخالف تھے۔ چنانچہ جب وہ سکول میں پڑھتے تھے تو انہوں نے ولندیزی استادوں کی بدسلوکی اور مذہبی تنگ نظری کے خلاف طلبہ کی ایک تحریک منظم کی اور پھر ولندیزیوں اور چینیوں کی اجارہ داری کے خلاف احتجاجی تحریک کا آغاز کیا۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد عمر سعید نے صحافت کا پیشہ اختیار کیا۔ اُسی زمانے میں حاجی ثمن ہدیٰ نے ''شرکت گانگ اسلام'' کے نام سے مسلمان تاجروں کی جماعت قائم کی تھی۔ عمر سعید اس جماعت میں شامل ہو گئے اور اس کے شعبۂ نوجوانان کے صدر اور ممتاز رہنما بن گئے۔ 1912ء میں ولندیزیوں نے جب ''شرکت گانگ اسلام'' کو ناجائز قرار دیا تو اس نے ممتاز لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ عمر سعید بھی قید کر دیے گئے اور ولندیزیوں کے ہاتھوں انہوں نے شدید مصائب برداشت کیے۔ جنوری 1913ء میں قید سے رہا ہوتے ہی انہوں نے پہلی اسلامی مؤتمر منعقد کی' جس میں شرکت گانگ اسلام (تجارتی جماعت) کی بجائے ''شرکتِ اسلام'' (سیاسی جماعت) قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور عمر سعید اس نئی جماعت کے قائدِ اوّل بنے۔

عمر سعید اسلامی انقلاب کے داعی' بین الاسلامی اتحاد کے علم بردار اور انڈونیشیا کی آزادی کے زبردست حامی' مدبر مفکر' شعلہ بیان مقرر' ممتاز مصنف اور تجربہ کار صحافی تھے۔ قیادت کی خداداد صلاحیت رکھتے تھے اور پہلی اسلامی مؤتمر میں اُن کی صدارتی تقریر ایک نئے انقلابی دور کا آغاز تھی۔

''شرکتِ اسلام'' قائم کرنے کے بعد عمر سعید نے قومی کارکنوں کو سیاسی تربیت دینے کے لیے ایک ادارہ اور اقامت خانہ بھی قائم کیا۔ اس ادارے میں تاریخ اسلام' فلسفہ' تمدن و ثقافت' عمرانیات اور اسلامی نظریات کی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔ اپنے مقاصد کی اشاعت کے لیے انہوں نے مشہور رسالہ ''اوتوسان ہندیا'' جاری کیا' جس میں ان کے مقالے بڑے فکر انگیز اور انقلاب خیز ہوتے تھے۔

حاجی عمر سعید جمال الدین افغانی اور مصر' ترکی اور ہندوستان کے تجدد پسند رہنماؤں سے بہت متاثر تھے۔ اُن کی تصانیف میں تاریخ دین اسلام (Tarich Agama Islam) اور اسلام اور اشتراکیت (Islam and Socialism) بہت اہم ہیں۔ انہوں نے انڈونیشیا میں بین الاسلامی تحریک کو فروغ دیا اور تمام ملک میں ایسی لائبریریاں قائم کیں' جہاں اسلامی اتحاد اور ملی خدمت کا جذبہ ابھارنے والا لٹریچر فراہم کیا جاتا تھا۔ 1922ء میں انڈونیشیا کے مسلمانوں کا ایک نمائندہ اجلاس طلب کر کے اسلامی اتحاد اور اسلامی نظام حیات کی تجدید کے لیے کام کرنے کی دعوت دی۔ 1926ء میں مکہ معظمہ میں منعقد ہونے والے ''مؤتمر عالم اسلامی'' سے تعاون کا فیصلہ کر کے اس میں شرکت کے لیے ایک وفد تشکیل دیا۔ مکہ سے واپس آ کر انڈونیشیا میں ''مؤتمر عالم اسلامی'' کی شاخ قائم کی۔

حاجی عمر سعید کی فعال قیادت نے انڈونیشیا کی سیاسی زندگی میں بھی ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ سیاسی جماعتوں پر قانونی پابندیوں کے باوجود انہوں نے ''شرکتِ اسلام'' کو ایک زبردست سیاسی جماعت بنا دیا' جس کی شاخیں سارے ملک میں پھیل گئیں۔ سیاسی کارکنوں کو دعوت دی نوجوانوں میں قیادت کے اوصاف اس قدر اجاگر کر دیے کہ وہ ہالینڈ اور انڈونیشیا میں سیاسی تنظیمیں قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور آگے چل کر قومی رہنما بنے۔ نوجوان رہنماؤں کی ایک تربیت یافتہ کھیپ پیدا کرنے کے بعد 1934ء میں رحلت کر گئے۔

(جاری ہے)

دعائے مغفرت

رفیق تنظیم اسلامی' کراچی شمالی جناب سید شاکر علی کی اہلیہ قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئی ہیں۔ قارئین ندائے خلافت' رفقاء و احباب سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ڈیڑھ سالہ قرآن فہمی کورس

مقصودہ آفتاب

انجمن خدام القرآن سندھ مدرستہ البنات کے تحت تیسرا قرآن فہمی کورس 2003 تا 2004ء الحمدللہ محترمہ بنت اعوان صاحبہ کی زیر نگرانی اور دیگر رفیقات کے تعاون سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ تمام اساتذہ نے تدریس کے فرائض بہت محنت اور لگن سے انجام دیئے۔ اس کورس میں شریک خواتین کی تعداد 25 تھی جس میں سے 18 خواتین نے کورس مکمل کیا۔ ان کے علاوہ خواتین سامعات علیحدہ شامل ہوتی تھیں۔ چند وجوہات کی بناء پر اس کورس کی مکمل رپورٹ میں تاخیر ہوگئی۔ قرآن فہمی کورس کی ایک جائزہ رپورٹ مندرجہ ذیل ہے۔

مضامین:

اس کورس میں قرآن کا ترجمہ و تفسیر' عربی گرامر' تجوید و ناظرہ' سیرت النبیؐ' نماز' زکوٰۃ' طہارت' روزہ' حج کے مسائل' سنت کی اہمیت کے علاوہ دینی و تحریکی لٹریچر جس میں

- ☆ مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
- ☆ نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں
- ☆ نماز کا فلسفۂ عبادت
- ☆ دینی فرائض کا جامع تصور
- ☆ نیکی کا تصور
- ☆ جہاد فی سبیل اللہ
- ☆ دین و مذہب کا فرق
- ☆ اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کو کیسے قائم کیا جاسکتا ہے
- ☆ انسان کا اعلیٰ ترین نصب العین
- ☆ سابقہ و موجودہ امت مسلمہ کی تاریخ
- ☆ اسلام میں عورت کا مقام

اس کے علاوہ ٹائم مینجمنٹ پر بھی ورکشاپ کرائی گئی تاکہ خواتین وقت کا بہترین استعمال کر سکیں۔

اس سال قرآن فہمی کورس پورے قرآن کے ترجمہ و تفسیر پر مشتمل تھا۔ یہ کورس سابقہ کورسز کی بہ نسبت اس حوالے سے زیادہ کامیاب رہا کہ اس میں نہ صرف یہ کہ منتخب نصاب قرآن کے ساتھ ہی ملا کر پڑھایا گیا جس سے قرآن کی مکمل دعوت کا نقشہ سامنے آگیا اور قرآن کی فکر خواتین پر بہت اچھی طرح واضح ہوئی بلکہ خواتین کا اخلاقی و روحانی تزکیہ بھی ہوا جو کہ قرآن کی تعلیم و تعلم میں بڑی اہمیت کا حاصل ہے۔ کورس کے اختتام پر دعا ختم القرآن کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں 250 سے زیادہ خواتین نے شرکت کی۔ کورس میں شریک خواتین نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔

تاثرات:

محترمہ ڈاکٹر رخسانہ صاحبہ نے اپنے تاثرات میں بتایا کہ قرآن کا فہم کر کے جہاں کرنے کا کام واضح ہوا اس کے ساتھ ہی لوگوں کا خوف دل سے نکل گیا اور اللہ کا خوف دل میں آگیا۔ جہالت میں کی گئی غلطیوں پر توبۃ النصوح کی۔ ڈاکٹر رخسانہ صاحبہ نے بیعت بھی کی اور اس سال بھی 2005ء میں ہونے والے کورس میں بھی اہم فرائض انجام دے رہی ہیں۔

محترمہ سمن صاحبہ جو کہ انگلینڈ سے واپس آئی تھیں اور تین عدد چھوٹے بچوں کی ماں ہیں اپنے تاثرات میں ان خواتین کے نام پیغام دیا کہ جو مصروفیات کی وجہ سے کورس نہیں کر پاتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اگر خواتین اپنے آپ کو organize کریں اور اساتذہ کی شفقت و محبت ساتھ ہو اور انسٹیٹیوٹ کا ماحول اچھا ہو تو عورت اعتدال کے ساتھ تمام فرائض ادا کر سکتی ہے۔ جو کہ انہوں نے دوران کورس کر کے دکھایا۔ محترمہ سمن صاحبہ نے بھی بیعت کر لی ہے۔ مستقبل میں قرآن اکیڈمی سے کام کرنے کی خواہش رکھتی ہیں۔

محترمہ سارہ آنٹی نے اپنے تاثرات میں بتایا کہ قرآن پڑھنے کے بعد سوچ و فکر بدل گئی۔ صحیح سمت کا تعین ہوا۔ ورنہ تو قرآن پڑھنے سے پہلے لاعلمی اور جہالت کا یہ حال تھا کہ قرآن صرف قرآن خوانیوں' پنج سوروں و وظائف پر ہی کھلتا تھا۔ معمول کے مطابق تلاوت تک زندگی میں نہ تھی۔ ملاوٹ والے آلودہ عمل کر کے کافی خوش تھی قرآن سے شعوری علم حاصل کر کے یوں لگا جیسے ساری زندگی کوئی کام ایسا نہیں کیا جو کہ خالصتاً اللہ کے لیے ہو۔ جسے میں ایک نیک عمل کہہ سکوں۔ اب غفلت دور ہوگئی اور ذہن کھل گیا ہے۔ سارہ آنٹی نے بھی بیعت کی ہوئی ہے۔

محترمہ نورین صاحبہ نے اپنے تاثرات میں بتایا کہ قرآن پڑھ کر زندگی کے مقصد کا پتہ چلا کہ خود اللہ کا بندہ بنیں اور پھر اللہ کے احکامات کی تبلیغ کریں اور پھر اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہو جائیں۔ نورین صاحبہ بہت ہونہار طالبہ ہیں انہوں نے دوران کورس بیعت بھی کی۔

2005ء میں ہونے والے چوتھے قرآن فہمی کورس میں عربی گرامر پڑھا رہی ہیں اور ساتھ ہی کیسٹ کی ایڈیٹنگ بھی سنبھال رہی ہیں۔ اسی طرح محترمہ یاسمین صاحبہ نے بتایا کہ لاعلمی و غفلت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کورس کے کرنے سے وہ لاعلمی دور ہوئی اب دین کے متعلق پوچھے گئے سوالات کا جواب دینے کے قابل ہو گئے ہیں دین و مذہب کا فرق واضح ہو گیا۔

محترمہ تسنیم صاحبہ جو کہ ادارہ جمعیت تعلیم القرآن کی سینئر معلمہ ہیں اور معلمات کی تربیت کرتی ہیں۔ انہوں نے دوران کورس تجوید و ناظرہ بھی پڑھائی۔ انہوں نے اپنے تاثرات میں بتایا۔ انسان کو اللہ نے جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا ہے وہ اس کو بھول چکا ہے جو بتانے کے باوجود بھی لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ آج میں اس مسجد میں تجدید ایمان کرتی ہوں کہ اپنے اندر سے ہر اس طاغوت کو نکال دوں گی جو میرے اندر ہے اب اللہ تعالیٰ میری رہنمائی کریں اور ہم آپ سے ملیں تو اس حال میں کہ آپ ہم راضی ہوں۔ دعا اور استغفار ہمارا ہتھیار۔ اسی طرح محمودہ صاحبہ نے بتایا کہ قرآن سمجھ کر شعور کے ساتھ پڑھنے پر معلوم ہوا کہ اللہ نے عورت کو بہت اونچا مقام دیا ہے۔ مگر یہ مقام جب ملے گا جب اپنی زندگی کو خالق کی مرضی کے مطابق ڈھائیں گے۔ انہوں نے شرعی پردہ شروع کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس کورس سے صبر و توکل اور برداشت پیدا ہوئی۔

کورس سے فارغ ہونے والی طالبات کے لیے 2 ماہ کا تربیتی کورس منعقد کیا گیا جس میں ایک ماہ تک محترمہ بنت اعوان صاحبہ نے طالبات کی درس و تدریس سے متعلق تربیت کرائی۔ ان طالبات نے ماہ رمضان میں دورۂ ترجمہ قرآن کے دوران بہت خود اعتمادی کے ساتھ مسائل رمضان پر دروس دیئے۔

تربیتی کورس کے دوسرے ماہ میں تجوید و ناظرہ کی مزید پریکٹس کے لیے خصوصی طور پر محترمہ بنت اعوان صاحبہ نے ایک ماہ کا کورس کرایا۔ جس کا دورانیہ 3 گھنٹے تھا۔ اس کورس سے بہت سے طالبات کے علاوہ دوسری خواتین نے بھی استفادہ کیا۔ ڈیڑھ سالہ کورس سے فارغ ہونے

(باقی صفحہ 14 پر)

کیا موسیقی روح کی غذا ہے؟

بہار احمد

عصرِ حاضر میں ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل میں سے دل کی بے سکونی بھی ایک اہم مسئلہ ہے' جس کی اصل وجہ قرآن مجید اور ذکر الٰہی سے دوری ہے۔ قرآن مجید ہی اطمینانِ قلبی کا حقیقی ذریعہ ہے۔ اس لیے موجودہ عارضی اطمینان کے لیے جو ذریعہ اہل مغرب نے اپنایا ہے وہ موسیقی ہے۔ اختصار کے ساتھ موسیقی کی شرعی حیثیت قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان 72)

''اور وہ لوگ (جو مسلمان ہیں) گانے بجانے کی مجالس میں شامل نہیں ہوتے اور جب کھیل تماشے کے مقام سے گزرتے ہیں تو پورے وقار سے (علیحدہ ہو کر) گزر جاتے ہیں۔''

اس آیت کی روشنی میں آج ہم رقص و سرور کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس کے نتائج و اثرات امت مسلمہ پر کیا مرتب ہوتے ہیں۔ کیا مغرب میڈیا کے ذریعے اس کو فروغ دے کر مسلمانوں کو ایمانیات اور جذبہ جہاد سے ہٹانا چاہتا ہے۔ اب دنیا میں جنگ آلات کی بجائے فکر و تصور سے لڑی جارہی ہے' اس لیے اس کا تدارک بہت ضروری ہے۔

موسیقی کیا ہے؟ موسیقی: جب کسی راگ کو مخصوص قواعد کے تحت گایا جاتا ہے تو اُسے اہل فن موسیقی کہتے ہیں۔ یہ فن ابتدا میں ایک انتشار کی صورت میں تھا اور سب سے پہلے جس نے اُسے جمع کر کے ترتیب دیا وہ حکیم فیثاغورث تھا۔

رقص و سرور کے اثرات

محدث ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ راگ سننے والے کا دلِ عظمت خداوندی میں تدبر کرنے سے بالکل غافل ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ وہ لذت شہوانیہ کو ابھارتا ہے جس سے زنا کا دروازہ کھلتا ہے اور وہ شخص لذت شہوانیہ کے تحت اپنی عاقبت برباد کر لیتا ہے۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''عورت اور مرد کے جنسی جذبات پر راگ ایسا اثر کرتا ہے جیسے آگ پر تیل ڈال دیا جاتا ہے۔''

امام ابن ولیدؒ نے اپنی قوم کو وصیت کی تھی کہ ''اے میری قوم! راگ سے بچتے رہنا' کیونکہ یہ حیا کو کم کرتا ہے۔ یعنی بے حیائی کا حکم دیتا ہے' خواہشات نفسانیہ کو بڑھاتا ہے' عزت و وقار کو مٹاتا ہے۔ جس طرح شراب اثر کرتی ہے' یہ راگ انسان پر ویسے ہی اثر دکھاتا ہے۔

بعض ناقص العقل لوگ کہتے ہیں کہ موسیقی روح کی غذا ہے لیکن موسیقی روح کی نہیں نفس کی غذا ہے اور نفس ہمیشہ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ﴾ (یوسف:53) ''کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) برائی سکھاتا رہتا ہے''۔ اور بعض آزاد پرستوں کا خیال ہے کہ راگ سے اُلجھی ہوئی طبیعت کو سکون میسر آتا ہے اور دل کے غموں کا مداوا ہو جاتا ہے۔ جبکہ نفسیات کے ماہر اس کا انکار کرتے ہیں۔ مشہور فلاسفر گھوس لکھتا ہے کہ فن شاعری اور موسیقی کو روحانیت سے منسوب نہیں کیا جاسکتا یعنی ان فنون سے قلبی طمانیت کا بالکل علاج نہیں ہو سکتا' بلکہ ان کا تعلق روحانیت اور طمانیت سے اسی قدر ہے' جس قدر فلسفہ اور سائنس کا۔ (فنون اور روحانیت ص:61)

آج بعض لوگ کسی خاص مقصد کے تحت ذہنوں میں یہ غلط تاثرات پیدا کر رہے ہیں کہ اسلام انسانی فطرت کے تقاضے پورے نہیں کرتا' نہ وہ لوگوں کی تفریح کی اجازت دیتا ہے اور نہ اس میں جسم و روح کا انبساط اور نشاط کے لیے کوئی گنجائش ہے۔ اس غلط خیال کے زیر اثر خصوصاً مغرب زدہ نوجوان طبقہ اسلام کو دین کامل کی بجائے خشک مذہب سمجھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فطرت ہونے کی حیثیت سے اسلام انسانوں کی فطرت اور طبائع کا پورا پورا لحاظ رکھتا ہے۔ وہ انہیں عبادات و فرائض کے ساتھ تفریحی اور ہم نصابی مشاغل کی بھی اجازت دیتا ہے۔ اسلام نے ایسے تمام مشاغل جائز قرار دیے ہیں' جن سے احکام الٰہی کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو اور جو معاشرے میں خرابی پھیلانے کا باعث نہ ہوں۔ مغربی طرز کی بیشتر تفریحات (رقص و سرور' کلب' شراب وغیرہ) سے انسان ایک ایسے اعصابی تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے' جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ ایسی تفریحات معاشرے میں بے حیائی' فحاشی پھیلانے کا باعث بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے مغرب زدہ انسان کی روح سکون سے ناآشنا ہو چکی ہے' ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہے' بے یقینی کی کیفیت ہر شخص پر طاری ہے۔ آج ہمارے جو لوگ مغربی انداز کے مشاغل اور سرگرمیوں میں کشش محسوس کرتے ہیں' وہ اسلام کی حرکات سے بے خبر ہیں' اور اپنے معاشرے کو مغربی طرز پر تعمیر کرنا چاہتے ہیں' اسلام جن روحانی اور جسمانی فوائد سے منع کرتا ہے۔

رقص (ناچ) کا موجد:

امام ابن الحاج اپنی مشہور کتاب مدخل الشرح میں 100' ج 3 ص پر لکھتے ہیں: ''سب سے پہلے جنہوں نے ناچنے اور جھومنے کو ایجاد کیا وہ سامری اور اس کے ساتھی یہودی تھے' جس کی تائید یہود کی کتابوں میں ملتی ہے۔'' بائبل میں اس کی وضاحت ہے: ترجمہ: ''دوسرے دن تہوار کے موقع پر تمام یہودی اپنے سنہری معبود بچھڑے کی قربانی دینے کے لیے جمع ہو گئے' پھر سب نے اس کے آگے سجدہ کیا' بعد ازاں سب نے مل کر اس بچھڑے کے اردگرد ناچنا اور گانا شروع کر دیا۔''

معلوم ہوا کہ جس نے سب سے پہلے ناچ ایجاد کیا وہ سامری یہودی اور اس کے ساتھی تھے' پھر یہ رسم یہود و نصاریٰ کی تمام اُمت میں سرایت کر گئی۔ بڑھتے بڑھتے تمام دنیا میں پھیل گئی۔ افسوس اب تمام ممالک اسلامیہ میں یہ رسم پھیلی ہوئی ہے۔

مزاروں پر دھمال اور طوائفوں کے رقص سامری کی تقلید ہیں۔ ورنہ اسلام میں ایسی فحش اور بعید از اخلاق حرکات کی گنجائش کہاں ملتی ہے؟

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بغداد میں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے' یعنی گانا بجانا' تاکہ مسلمان گانا بجانے کے شغل میں لگ کر قرآن اور نماز سے غافل ہو جائیں۔

رقص و سرور روایات کی روشنی میں

1۔ دو احمق آوازیں: حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے دو احمق اور بے ہودہ آوازوں سے منع کر دیا گیا ہے ایک وہ آواز جو لہو و لعب اور فرامیر یعنی گانے بجانے سے پیدا ہو اور دوسری وہ آواز جو بین کرتے وقت اور سینہ پیٹتے ہوئے پیدا ہو۔'' (ترمذی)

2۔ راگ گانے اور سننے والا دونوں ملعون ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں: ''جو آدمی گانے بجانے کا کام کرے اور دوسرا وہ جو اپنے گھر میں گانے بجانے کا اہتمام کرے دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔''

3۔ محمد ﷺ فرماتے ہیں۔ میری اُمت میں خسف یعنی زمین میں دھنس جانا اور قذف یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور مسخ یعنی صورتوں کا بدل جانا واقع ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ کب واقع ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: جب گانے بجانے کے آلات اور گانے والی عورتیں عام ہوں گی اور شراب حلال تصور کی جائے گی۔ یہ تینوں عذاب امت پر وارد ہونے لگیں گے۔

مغرب فکری و تہذیبی جنگ جیتنے کے لیے پاکستان کے اندر مسموم ذرائع کے تحت میڈیا کو فروغ دے کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہا ہے اور اہل اسلام اس پر بخوشی عمل پیرا ہیں۔ مثلاً عصر حاضر میں جہاں گھر گھر ریڈیو ٹی وی اور ڈش موجود ہیں جن میں راگ ورنگ کی دلکش محفلیں ہر وقت چھائی رہتی ہیں۔ پاکستان کے مسلمان حکمران اپنی نگرانی میں یہ سب کچھ نشر کروا رہے ہیں۔ سینما اور ریکارڈنگ کا جال بچھایا جا رہا ہے۔ آوارہ گانوں کے کیسٹ اور عریاں فلموں کے ویڈیو کیسٹ مہیا کر کے فخر محسوس کرتے ہیں ان حالات میں غیور مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے تحت کوشش کریں کہ ہماری عبادت' معاشرت' معیشت اور سیاست اللہ کے قانون کے مطابق ہو جائے جس سے ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے' ورنہ انجام خود سوچ لیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان غلط رسم و رواج سے نجات دلائیں۔ (آمین)

بقیہ: ڈیڑھ سالہ قرآن فہمی کورس

ہونے والی طالبات اب آگے تجوید و ناظرہ پڑھا سکتی ہیں۔

اس کورس سے استفادہ حاصل کرنے والی 8 خواتین انجمن ہی میں ذمہ داریاں ادا کر رہی ہیں۔

دوران کورس طالبات میں منتخب نصاب سے گہرا شغف پیدا ہو گیا ان کے لیے جنوری 2005ء میں منتخب نصاب کے نام سے ایڈوانس کورس کا آغاز ہوا۔

جس میں فارغ ہونے والی طالبات کے ہمراہ دیگر دوسری خواتین نے بھی داخلہ لیا۔ یہ کورس بھی محترمہ بنت اعوان صاحبہ کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔

چوتھے ڈیڑھ سالہ قرآن فہمی کورس کا آغاز ہو چکا ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اقامت دین کی جدوجہد کو قبول فرما کر ہم سے راضی ہو جائے آمین!

❁ ❁ ❁

مراقبۂ موت

حضرت مجذوبؒ

دل کا دنیا سے لگانا ہے عبث!

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت مجذوبؒ کی ایک شہرۂ آفاق نظم
جس میں اہل ایمان کے لئے تذکیر و موعظت اور پیغام عمل کا وافر سامان موجود ہے

—— (4) ——

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دنیا سے لگانا ہے عبث رہگذر کو گھر بنانا ہے عبث
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

عیش و عشرت کے لئے انساں نہیں یاد رکھ تو بندہ ہے مہماں نہیں!
غفلت و مستی تجھے شایاں نہیں بندگی کر تو اگر ناداں نہیں!
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

کجرووں کی یہ چنک اور یہ مٹک دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک!
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک بھول کر بھی پھر نہ پاس ان کے پھٹک!
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

حسن ظاہر پہ اگر تو جائے گا عالم فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے' ڈس جائے گا رہ نہ غافل' یاد رکھ' پچھتائے گا!
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا اِنَّہٗ قَدْ فَازَ فَوْزًا مَنْ نَجَا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

خانۂ رنگیں ہے یہ دار جہاں طفل ناداں بن کے رِیجھ اس پر نہ ہاں!
واہ تو نے دل لگایا ہے کہاں تجھ کو رہنا ہی ہے کتنے دن یہاں؟
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

تو ہے اس عبرت کدے میں بھی مگن گو یہ ہے دار المحن بیت الحزن
عقل سے خارج ہے یہ تیرا چلن چھوڑ غفلت عاقبت اندیش بن!
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

یہ تری بے عقلی' غفلت ہے بڑی مسکراتی ہے قضا سر پر کھڑی
موت کو پیش نظر رکھ ہر گھڑی پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی!
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

(جاری ہے)

ایڈیٹر کی ڈاک

بلا تبصرہ

محترمی ومکرمی جناب مدیر ہفت روزہ ’’ندائے خلافت‘‘

السلام علیکم، مزاج شریف!

ندائے خلافت مورخہ 13 تا 19 جنوری میں صفحہ 6 پر منبر ومحراب کے تحت ’’جہاد کشمیر: بانی تنظیم اسلامی کی وضاحت‘‘ اس طرح سے شائع ہوئی ہے: ’’اُس وقت بھی وہاں اسی قسم کا جہاد ہو رہا تھا۔ ہم اس میں اپنی فوج کا کوئی عمل دخل قبول نہیں کر رہے تھے، لیکن درحقیقت ہمارے قبائلی علاقے کے لوگ وہاں گئے تھے۔ وہ جیتی ہوئی جنگ انہی کی وجہ سے ہاری گئی تھی، کیونکہ جیسے ہی کچھ فتوحات حاصل ہوئیں تو انہوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور جس کے ہاتھ جو لگا، لے کر واپس بھاگ گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ کوئی جہاد کرنے نہیں بلکہ لوٹ مار کرنے آئے تھے‘‘۔

ہر صاحب دل شخص کو اس عظیم شخصیت کے ایسے غیر ہمدردانہ تبصرے پر یقیناً دلی صدمہ ہوا ہوگا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا تھا۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی، یا مردِ کہستانی

اگرچہ اس باب میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن میں بصد عجز وانکسار اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ ایک صاحب دل اور صاحب نظر شخص سے یہ دیکھ کر ضرور دکھ ہوا کہ وہ کسی کی سرفروشی اور ایمان پرستی کو اپنے علم اور تقویٰ کے زعم میں دین فروشی اور زر پرستی میں بدل کر ان کے مجروح دلوں کو مزید زخمی کرے۔ اگرچہ یہ حقیقت حال نہیں...... بفرض محال یہی کچھ ہی تھا تو ان کی نیتوں کے فیصلے کا حق تو یقیناً ان کے خدا کے سوا کسی کو نہ تھا۔

(1) آپ کو سوچنا چاہئے تھا کہ وہ باضابطہ فوجی نہ تھے، جن سے اس اعلیٰ ڈسپلن کی توقع کی جاتی جو آج تک کسی ڈسپلنڈ فوج کو حاصل نہیں رہا۔ مشرقی پاکستان کے جہاد کی صورت آپ کے سامنے ہے۔ دنیا کی عظیم طاقتوں کی ویل ڈسپلنڈ (انتہائی باضابطہ) افواج کے کارنامے افغانستان سے عراق تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آج کے مجاہد صرف میدانِ جنگ ہی کو نہیں بلکہ شہری آبادی کے ہر پُرسکون خطے کو بھی اپنی جولاں گاہ سمجھتے ہیں۔ لوٹ مار، عصمت دری اور تباہی وبربادی کو حکمت عملی کا غیر اعلانیہ حصہ شمار کیا جاتا ہے۔

(2) یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ وہ اسلام کے سادہ دل سپاہی بن کر گئے تھے، امام اور فقیہہ بن کر نہیں۔

(3) وہ کسی حکومت کے تنخواہ خوار مجاہد نہیں تھے۔

(4) ان سے یہ توقع رکھنا کس ضابطۂ اخلاق یا ملٹری کوڈ کی رو سے جائز ہے کہ گردنیں تو وہ کٹائیں، بیوی بچے تو ان کے بیوہ اور یتیم ہوں، ہاں البتہ دشمنوں سے کچھ غنیمت حاصل ہو تو وہ آپ کے ’’جیالوں‘‘ کے سامنے ڈھیر لگا دیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو پھر لٹیرے کہلوائیں۔

(5) اسلامی دور کی تمام تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ کیا کچھ نہیں ہوتا رہا اور یہ بھی آپ سے مخفی نہیں۔ جس معیار کو سامنے رکھ کر آپ بات کر رہے ہیں اُس وقت سالار اعلیٰ خود حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات بابرکات ہوا کرتی تھی اور سپاہ آپؐ کے صحابہ کبار تھے، لیکن بشریت اور قبائلیت کے فطری اور فکری رجحانات کی گہرائیوں میں جا کر اگر دیکھا جائے تو خود قرآن شاہد ہے کہ مقام جنبشِ ابرو نکل ہی آتا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ’’الجہاد فی الاسلام‘‘ میں فلسفہ جہاد پر خوب روشنی ڈالی ہے، جو آپ سے مخفی نہیں۔

(6) میڈیا کا کنٹرول قبائلیوں کے ہاتھ میں نہ تھا بلکہ ان ہاتھوں میں تھا جو اسلام کی ہر خوبی میں کیڑے نکالنا اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ کل بھی یہی میڈیا تھا جو آج دشمنوں کی تمام تر دہشت گردیوں کے باوجود مظلوم اور ستم زدہ مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر اسرائیل، ہندوستان اور امریکہ کی مظلومیت پر آنسو بہاتا رہتا ہے۔

(7) یہ بھی آپ سے مخفی نہیں کہ آزادی کے بعد ہی سے پاکستان کے اسلام پسندوں کو سیکولر طاقتوں نے محصور (ہائی جیک) کرنا شروع کر دیا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمان خود بھی مسلمانوں کے دشمن بنے ہوئے تھے اور بنے ہوئے ہیں۔

لکھنا تو بہت کچھ چاہتا تھا کیونکہ ڈاکٹر صاحب جیسی عظیم شخصیت کی زبان سے نادانستہ نکلے ہوئے یہ الفاظ بش، بلیر، اسرائیل اور ہندوستان کے موقف کی ناقابل تردید تائید ہے لیکن طوالت اور سوئے ادبی کا خوف دامن گیر ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا تھا

ع یقین سادہ دلاں بہ زنکتہ ہائے دقیق۔

آپ کے مہذب معاشرے میں جہاں داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، علامہ اقبالؒ، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے لے کر بانی تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد تک کتنوں کا خون پسینہ ایک ہوا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات...... اختلاطِ مرد وزن، پتنگ، بسنت، ویلنٹائن ڈے، ہولی، دیوالی، ڈاکے، بددیانتی۔ گویا ع مردِ ناداں پر کلامِ نرم ونازک بے اثر۔

واقعی قبائل جاہل ہیں، اجڈ ہیں، لٹیرے ہیں، خونخوار ہیں، لیکن اس چودھویں صدی میں چار روز کے لئے ہی سہی نہج خلافت کی طرف رجوع تو کیا ہے۔ کسی سکندر مرزا، کسی ایوب خان، کسی ذوالفقار علی بھٹو، کسی یحییٰ خان سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا۔ ایک مرد درویش ’’بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو دے گیا‘‘۔

کیا یہ جذبے اسی قابل ہیں کہ انہیں مطعون کیا جائے؟ اگر کوئی نادان کہتا، کوئی دنیادار کہتا، کوئی ضمیر فروش ملا کہتا تو خدا کی قسم ہم ذرا بھی پروا نہ کرتے۔ ہم مسلمانوں میں شاید یہ کمزوری ہے کہ کسی لیڈر، بڑے آدمی یا کسی بھی شخص پر جب تبصرہ کرتے ہیں تو لاشعوری طور پر اس کا موازنہ صحابہ سے کرنے لگتے ہیں۔ جب تک ہمارا یہ انداز نظر رہے گا، ہمیں کسی بہتری کی توقع نہیں رکھنی چاہئے___ کیونکہ اب کوئی بھی صدیق اکبر، عمر فاروق، خالد بن ولید رضی اللہ عنہم نہیں بن سکتا۔ یعنی کسی بھی نقل کو اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود اپنے اصل کے مقابل نہیں لایا جا سکتا۔ ہم تو ناقص ہیں، اتباع کرنے والے اور نقل اتارنے والے ہیں۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

خدا جانے انہیں کیا لکھ دیا ہے زباں پکڑی نہیں جاتی قلم کی

چھوٹے منہ سے یقیناً بڑی باتیں نکلی ہیں، جن کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

فقط

محمد سعد اللہ خان

وہوا، ڈیرہ غازی خان

حیرت انگیز مماثلت

محترم ومکرم جناب مدیر ہفت روزہ ’’ندائے خلافت‘‘ لاہور

السلام علیکم، امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

کچھ دنوں قبل ماہنامہ ’’دینی مشن‘‘ نئی دہلی اکتوبر 2004ء (شمارہ 10) میں تاتاری ہلاکو خاں کا خط شام کے مسلمان حکمران سلطان ناصر (1258ء) کے نام نظر سے گزرا۔ اب آپ کے ہفت روزہ ندائے خلافت 8 دسمبر 2004ء (شمارہ 45) کے اداریہ میں امریکی ہلاکو خان کا پیغام اسلامی ممالک بالخصوص ایران کے نام پڑھا۔

قریباً ساڑھے سات سو سال بعد دونوں پیغامات کی عین مماثلت ایک ہی مقام یعنی ’’عراق‘‘ میں حیرانگی کا باعث ہوئی کہ معانی، مطلب اور لہجہ بھی ایک ہی تھا صرف چند الفاظ میں فرق تھا (جو شاید دونوں کے ترجمہ میں واقع ہو گیا ہو)۔ تاتاری ہلاکو خان کا انجام تو دنیا نے دیکھ لیا کہ اس کی ساری قوم نہ صرف خود مسلمان ہو گئی بلکہ دنیا میں اسلام پھیلانے کا باعث بن گئی۔ اب ان شاء اللہ امریکی ہلاکو خاں کا انجام بھی دنیا عنقریب دیکھ لے گی۔

اللہ کرے تباہی سے پہلے ہم ’’ماڈرن‘‘ مسلمان کی بجائے ’’فنڈامینٹل‘‘ مسلمان بن جائیں۔ آمین!

فقط

سید افتخار احمد

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے نقباء کا اجتماع

20 مارچ بروز اتوار صبح دس بجے جامع مسجد بنت کعبہ میں حلقہ لاہور کے تمام نقباء کا اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا خاص ایجنڈا یہ تھا کہ نقباء کو اپنے دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان سے امیر حلقہ کو براہ راست آگاہ کریں۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ یہ سعادت قاری غلام مرتضیٰ نے حاصل کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے افتتاحی گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں OJT (آن جاب ٹریننگ) کا بہت رواج ہے کیونکہ بہترین تربیت کام کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ ہماری تنظیم میں بھی کم و بیش یہی حال ہیں کہ ہمیں تربیت یافتہ نقباء نہیں ملتے۔ لہٰذا جن لوگوں کو نقیب بنایا جاتا ہے ان کی تربیت On Job ہی ہوتی ہے۔ اس گفتگو کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے دوران اٹھارہ نقباء نے اظہار خیال کیا اور اپنی مشکلات اور تجاویز سے امیر حلقہ کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد تھوڑا سا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے دوران نقباء میں ایک تعارفی / جائزہ فارم نقباء میں تقسیم کیا گیا۔ امیر حلقہ نے نقباء سے کہا کہ وہ یہ فارم اطمینان سے پڑ کر کے مجھے دفتر حلقہ ارسال کریں۔ اس کے بعد اپنی اختتامی گفتگو میں امیر حلقہ نے فرمایا مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ہم نے یہ پروگرام رکھا ہے اور مجھے آپ کے خیالات اور تجاویز سے آگاہی حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنی مثال دیتے ہوئے کہا کہ میری بھی تمام تربیت OJT ہی کے حوالے سے ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مجھے جو بھی کام دیا گیا اس کو میں نے اپنی جتنی بھی صلاحیت تھی اس کے حوالے سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ اپنے رفقاء سے ایک ہمدرد انسان کے حوالے سے تعلق پیدا کیجئے۔ نماز ظہر کے بعد اجتماعی طور پر کھانا کھایا گیا۔ اس کے بعد یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔

(مرتب کردہ: محمد یونس)

تنظیم اسلامی ضلع بہاولپور کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجتماع

27 مارچ بروز اتوار مسجد جامع القرآن بہاولپور میں تنظیم اسلامی ضلع بہاولپور کا تنظیمی و تربیتی پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں بہاولپور کے رفقاء نے شرکت کی۔ مروٹ کا پروگرام علیحدہ کر دیا گیا ہے تاہم نقیب اسرہ مروٹ بطور مہمان اس پروگرام میں شریک ہوئے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ ننھے حافظ عبید اللہ نے تلاوت کی۔ راقم نے تمہیدی گفتگو میں موجودہ سنگین حالات سے نکلنے کا واحد راستہ منہج انقلاب نبوی ﷺ کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی اس کے بعد امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد صاحب کو درس قرآن کی دعوت دی جو کہ اس اجتماع کا بنیادی پروگرام ہے آپ نے منتخب نصاب نمبر 2 کے درس نمبر 7 کا درس دیا جس کا موضوع ہے اقامت دین کی جدوجہد کرنیوالی جماعت کے ارکان کے اوصاف۔ درس تقریباً دو گھنٹوں پر محیط تھا۔ اس کے بعد 15 منٹ چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد جناب محمد رضوان عزمی نے سورۃ المومنون کی پہلی گیارہ آیات کا مذاکرہ کروایا جس میں رفقاء نے بھرپور حصہ لیا۔ مذاکرے کے بعد درس حدیث ہوا۔ راقم نے نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان بیان کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جس میں رسول کریم ﷺ نے تقویٰ کی وصیت فرمائی' سمع وطاعت کا حکم دیا۔ اپنی اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین فرمائی اور بدعت سے بچنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد مبتدی تربیت گاہ میں شرکت کرنے والے رفیق جناب محمد اکرم صاحب نے اپنے تاثرات بیان کئے۔ آخر میں امیر حلقہ نے اختتامی گفتگو کی اور دعا کے ساتھ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: سجاد سرور)

میانوالی میں پانچ روزہ فہم دین پروگرام

تنظیم اسلامی میانوالی کے زیر اہتمام پانچ روزہ فہم دین پروگرام مورخہ 23 مارچ سے 27 مارچ تک جامع مسجد بیت العزت فہد پلازہ میانوالی میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں مقامی رفقاء کے علاوہ فیصل آباد سے امیر حلقہ محمد رشید عمر صاحب اور میاں یوسف صاحب شریک ہوئے۔ مرکز لاہور سے ناظم دعوت تنظیم اسلامی جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب اور نائب ناظم دعوت محمد اشرف وصی صاحب کی زیر نگرانی پروگرام شروع ہوا۔ 23 مارچ کو راہِ نجات کے موضوع پر جناب رحمت اللہ صاحب نے بعد نماز مغرب سورہ حشر کے آخری رکوع اور سورۃ العصر کی روشنی میں بڑی جامع گفتگو فرمائی۔ حاضرین کی تعداد تقریباً 60 تھی۔ دوسرے دن جناب محمد اشرف وصی صاحب نے نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں سورہ اعراف کے حوالے سے بیان فرمائیں۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب نے سورہ حج کے آخری رکوع کے حوالے سے بیان فرمایا۔ اُن کا بیان بڑی جامعیت کا حامل تھا۔ انہوں نے ایک فرد کی انفرادی ذمہ داریاں اور اُمت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داریاں بڑے موثر انداز میں بیان فرمائیں۔

چوتھے دن کا پروگرام انبیاء و رسل کا مقصد بعثت اور نبی کریم ﷺ کی امتیازی و تکمیلی شان بیان فرمائی۔ ضمنی طور پر دین و مذہب کا فرق بھی وضاحت سے بیان فرمایا۔ انہوں نے تمام موضوعات پر گفتگو کا حق بخوبی ادا کیا' جو سامعین نے بہت پسند کیا۔ پانچویں اور آخری روز کی گفتگو محترم جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے فرمائی جو فیصل آباد سے تشریف لائے تھے اُن کی گفتگو کا موضوع نبی اکرم ﷺ کا انقلاب تھا۔ سامعین کی تعداد تقریباً 90 تھی۔ اس پروگرام کے علاوہ فجر کی نماز کے بعد روزانہ مسجد عمر بٹپاں میں رحمت اللہ صاحب انہیں موضوعات کا خلاصہ بیان فرماتے رہے 25 مارچ کو صبح 10 بجے گورنمنٹ ایلیمنٹری مڈل سکول بٹپاں کے 12 اساتذہ کے سامنے سورۃ الحدید کے حوالے سے دنیا کی حقیقت بیان فرمائی اور فرمایا کہ اصلی زندگی آخرت کی زندگی ہے' کاش لوگوں کو معلوم ہو جاتا۔ 27 مارچ کو نہر کالونی ضلع میانوالی کی مسجد میں ایک بچے نے قرآن مجید حفظ کیا اُس تقریب میں رحمت اللہ صاحب کو خصوصی طور پر خطاب کی دعوت دی گئی انہوں نے قرآن مجید کے حقوق اور عظمت قرآن ہر حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی ایک ایک حدیث بیان فرمائی۔ اور قرآن مجید کو حفظ کے ساتھ اس کو سمجھنے کی تلقین فرمائی۔ پانچ روزہ فہم الدین پروگرام میں ڈگر قریشیاں تحصیل دریا خان بھکر سے 3 دن کے لیے ڈاکٹر عطا المصطفیٰ الطور (مبصر) شریک رہے اور تیسرے دن تنظیم میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی۔ (رپورٹ: نور خان' میانوالی)

رپورٹ شب بیداری وایک روزہ

19 مارچ 05 بروز ہفتہ تنظیم اسلامی نیو ملتان کے تحت شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ یہ پروگرام امیر تنظیم جناب محمد عطاء اللہ خان صاحب کے گھر پر ہوا۔

پروگرام کی تشہیر کے لیے تقریباً 150 دعوت نامے تقسیم کیے گئے۔ اس تنظیم میں پانچ اسرہ جات ہیں۔ تمام اسروں کے نقباء کو دعوت نامے دیئے گئے۔ نیز اس پروگرام میں شرکت کے لیے ملتان کی دوسری دونوں تنظیموں کے امراء و نقباء و رفقاء کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔

الحمد اللہ پروگرام کا آغاز نماز مغرب سے ہوا۔ نماز کے بعد محمد سلیم اختر صاحب نے سورۂ زمر کی آیات کے حوالہ سے توحید فی العبادۃ اور توحید فی الدعا کے موضوع پر علمی انداز میں درسِ قرآن دی۔ انہوں نے فکری نظری توحید اور عملی توحید کی نہایت دلنشیں پیرائے میں وضاحت کی۔ اور توحید عملی کے تقاضے کے طور پر واضح کیا کہ حاکمیت اللہ ہی کے لیے ہے اور اس دھرتی پر اللہ ہی کا حکم نافذ ہونا چاہیے۔

موصوف نے اپنی تقریر کے دوران علامہ اقبال کے اشعار سے بھی اپنی بات کو واضح کیا۔ درس کے شرکاء کی تعداد تقریباً 40 کے قریب رہی۔

نماز عشاء کے بعد نقیب اسرہ جناب محمد امین خان صاحب نے سیرت النبی ﷺ کی کتاب محسن انسانیت سے سفر طائف کا واقعہ پڑھ کر سنایا جس سے راہ حق میں محسن انسانیت نے جو تکالیف برداشت کیں۔ اُن کا ایک واقعاتی نقشہ ذہن نشین ہو گیا۔ ان کے بعد رفیق محترم جناب عبدالرؤف اخوانی صاحب نے درس حدیث دیا۔ اس درس میں حضور ﷺ کی دس وصیتیں بیان کی گئیں' جن میں چند اہم یہ تھیں۔

1۔ توحید پر استقامت 2۔ والدین کے ساتھ بھلائی 3۔ شراب سے بچنا
4۔ زنا سے بچنا اور اس طرح زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق نہایت جامع نصیحتیں تھیں آپ نے اپنی گرج دار آواز سے بیان فرمایا۔ نیز درس کے دوران دلسوزی اور عشق رسول کی جھلک و دین حق کی حمیت واضح تھی ان کا ایک ایک لفظ کانوں کے راستے سے گزر کر دل پر اثر کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اِخلاص عطاء فرمائے۔ درس حدیث کے بعد بانی تنظیم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا منتخب نصاب کا پہلا درس ''راہِ نجات'' پر 45 منٹ کا خطاب سنایا گیا۔ تمام سامعین نے نہایت توجہ سے خطاب سنا۔ تقریباً سوا دس بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام کے بعد تمام شرکاء کو رات کا

کھانا کھلایا گیا۔

یہ پروگرام تمام رات کا تھا۔ اس لیے رفقاء تنظیم نے رات وہیں قیام فرمایا۔ صبح 4 بجے امیر تنظیم نے سب رفقاء کو تہجد کے لیے اٹھایا۔ رفقاء نے انفرادی طور پر نوافل ادا کیں اس کے بعد تلاوت قرآن کی۔ پھر 5:15 بجے نماز فجر ادا کر کے تمام رفقاء کو اجتماعی طور پر راقم الحروف نے دعا یاد کرائی۔ اور دعا کی اہمیت وفضیلت سے رفقاء کو مطلع کیا۔ ساڑھے سات بجے رفقاء کو ناشتہ دیا گیا۔ ناشتہ کے بعد آٹھ بجے تمام رفقاء ایک روزہ پروگرام کے لیے متی تل موضع جنگل عبداللہ شاہ روانہ ہوئے۔ کل سولہ رفقاء ایک روزہ پر روانہ ہوئے۔ نو بجے مذکورہ مقام پر پہنچے۔ وہاں پر تنظیم کے 24 رفقاء رہائش پذیر ہیں ایک روزہ کے میزبان خصوصی ڈاکٹر محمد رمضان اور ملک محمد امیر صاحب تھے۔ جناب عطاء اللہ خان صاحب نے پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن سے کیا اور پھر تمام رفقاء نے فرداً فرداً اپنا تعارف کرایا۔

پروگرام کے دوران تمام رفقاء کو چائے پلائی گئی۔ تعارف کے پروگرام کے بعد مختلف رفقاء نے شہادت علی الناس' بندگی رب اور اقامت دین کے موضوع پر 20-20 منٹ تقاریر کیں نماز ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا ظہر کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر تمام رفقاء نے آرام کیا۔

نماز عصر کے بعد دوبارہ تعارف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے بعد جناب عبدالرؤف اخوانی صاحب نے حضور ﷺ بحیثیت داعی انقلاب کے ایک مضمون سنایا۔

نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی صاحب نے جہاد کی حقیقت اور اس کی اقسام پر خطاب فرمایا۔ آپ نے سب سے پہلے عالمی حالات کا تجزیہ کیا اور پھر پاکستان کے حالات کا تجزیہ کیا اور پھر ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے جہاد کی کیا اہمیت وضرورت ہے۔ نیز اس وقت مختلف جو دینی تحریکیں مختلف طرز پر جدوجہد کر رہی ہیں ان کی کیا حقیقت ہے۔ اور صحیح اسلامی جہاد فی سبیل اللہ کیا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی شرائط کیا ہیں اور اس کے مختلف مدارج کیا ہیں۔ آپ نے کہا کہ جو جدوجہد صرف اور صرف اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے کی جارہی ہوگی وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اس سے کم تر جدوجہد بھی جہاد ہے اور اس راہ میں مارا جانے والا بھی شہید ہے جس طرح کشمیر میں جہاد حریت ہو رہا ہے۔ اس راہ میں مرنے والے بھی شہید ہیں۔ لیکن اس شہادت کا اور قتال فی سبیل اللہ کی شہادت کا فرق ہے۔

آخر میں ڈاکٹر محمد رمضان صاحب نے رفقاء واحباب کی پلاؤ سے خاطر تواضع کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہماری کمی کوتاہیوں سے صرف نظر کرے۔ آمین!

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کے متوسط خاندان کی 25 سالہ' ایم اے (ایجوکیشن) باپردہ' صوم وصلوٰۃ کی پابند بیٹی کے لیے دینی رشتہ مطلوب ہے۔ رابطہ: 0333-4270919

☆ لاہور کی رہائشی 29 اور 30 سالہ' بی اے' ایل ایل بی' صوم وصلوٰۃ کی پابند دو بہنوں کے لیے موزوں رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: سردار اعوان K-36' ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501

☆ کنوارہ بیٹا' عمر 32 سال' قد 6 فٹ' برطانوی نیشنلٹی ہولڈر' برطانیہ میں مقیم' تعلیم برطانیہ سے بی ایس سی آنرز کمپیوٹر انجینئرنگ' تین سال مکۃ المکرمۃ ومدینۃ المنورہ کے اسلامی ماحول کا حامل' کمزور سماعت' اسلامی ذہن کی حامل' خوبصورت' خوب سیرت' اندرون وبیرون ملک اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ آرائیں برادری کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: ارشد فون: 6652639 042-6668231

☆ 26 سالہ' ایم ایس سی Math (پنجاب یونیورسٹی)' ڈیفنس کالج لاہور میں لیکچرار' قبول صورت دوشیزہ کے لیے تعلیم یافتہ دیندار گھرانے سے رشتہ مطلوب ہے۔ رابطہ: 042-5826239

☆ 22 سالہ بی اے پاس' تفسیر قرآن+تجوید+فقہ' ڈیڑھ سالہ کورس میں زیر تعلیم' باپردہ دوشیزہ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار' پاکستان میں مقیم گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ فون: 5868238 042-5832159

بقیہ: اداریہ

تقسیم کرنے کا باعث بنی تھی۔ محبت یقیناً فاتح عالم ہے لیکن محبت کا یہ سفر اگر ناچ گا کر اور سیکولرازم کی کشتی میں سوار ہو کر کیا گیا تو یہ کوئی راز کی بات نہ ہوگی کہ فاتح کون اور مفتوح کون ہوگا۔ لیکن دوستی کا یہ سفر اگر پاکستان کو اسلام کا حقیقی قلعہ بنا کر شروع کیا گیا تو کون نہیں جانتا کہ نظریہ کے معاملہ میں ہندو بالکل تہی دامن ہے۔ برصغیر کی تاریخ گواہ ہے کہ گدڑی پوش صوفیاء اسی نظریہ سے مسلح ہو کر فتوحات کے جھنڈے گاڑتے چلے گئے۔ لہٰذا محترم صدر مشرف صاحب دوستی ضرور کیجیے لیکن پہلے وہ قلعہ تعمیر کر لیں جس کی دیواروں سے لہو ولعب اور سیکولرازم ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں۔ پھر سافٹ باڈر سافٹ انقلاب بھی لا سکتے ہیں۔ ہم اپنے حکمرانوں کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ پاکستان صرف اس لئے نہیں بنایا گیا تھا کہ مسلمان کلرک کو افسر' صوبیدار کو جرنیل اور پرچون فروش کو سیٹھ بننے کا موقع مل سکے بلکہ اصلاً اس لئے بنایا گیا تھا تاکہ اسلام کا نظریہ ایک حقیقت کا روپ دھار سکے اور دورِ ملوکیت میں اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ پڑ گئے تھے انہیں دور کر کے دنیا کو اسلام کا حقیقی صاف ستھرا اور نکھرا ہوا چہرہ دکھایا جا سکے۔ علاوہ ازیں اسلام کے عالمی غلبے کی بنیاد رکھی جا سکے۔ یہ خدشہ تو دشمنانِ اسلام کو بھی تھا۔ اسی لئے مہاتما گاندھی نے قائداعظم سے پوچھا تھا کہ کیا پاکستان کا مقصد Pan Islamism ہوگا۔ جنرل صاحب علامہ اقبال نے یونہی نہیں قائد کے لئے بلند نگاہ ہونے کی شرط لازم کی تھی۔ براہِ کرم اپنے رویئے اور طرزِ عمل میں قائد اور اقبال کے افکار کی روشنی میں تبدیلی کریں۔ آپ کا یہ رجوع پاکستان کی بقا اور سلامتی کی راہ ہموار کرے گا۔ ان شاء اللہ!

ہفت روزہ مبتدی تربیت گاہ

ان شاء اللہ مبتدی رفقاء کے لیے ہفت روزہ تربیت گاہ مورخہ یکم مئی 2005ء بروز اتوار بعد نماز عصر سے مرکز تنظیم اسلامی 67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ مبتدی رفقاء اس سے استفادہ کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر تنظیم سے حقیقی وابستگی کا ثبوت دیں۔

نوٹ: موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔

مرکزی شعبہ تربیت تنظیم اسلامی

دعائے صحت کی اپیل

1) زین العابدین جواد صاحب منفرد رفیق تنظیم اسلامی اور صدر انجمن خدام القرآن سندھ دوبارہ ہسپتال میں داخل ہو گئے ہیں۔

2) محمد عبدالمقتدر صاحب' رفیق تنظیم اسلامی گلستان جوہر علیل ہیں اور لیاقت نیشنل ہسپتال کے یورولوجی ڈیپارٹمنٹ کے بیڈ نمبر 778 میں داخل ہیں۔

3) مختار احمد صاحب رفیق تنظیم اسلامی فیصل آباد اسی ہسپتال کے E&T ڈیپارٹمنٹ کے بیڈ نمبر 767 میں داخل ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے ان تمام رفقاء کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

عالم اسلام کی خبریں

ترکی کے صدر کا دورۂ شام

مجموعی طور پر تقریباً سب اسلامی ممالک کی حکومتیں عالمی قوتوں کی کٹھ پتلیاں بن چکی ہیں تاہم کبھی کبھی آزادی کی چمک دیکھنے کو بھی مل جاتی ہے۔ ترکی کا شمار امریکا کے اتحادیوں میں ہوتا ہے۔ وہ نیٹو کا بھی اہم رکن ہے۔ اسی لیے جب ترک صدر احمد سیزر نے شام جانے کا پروگرام بنایا' تو امریکا نے اس دورے کی سختی سے مخالفت کرتے ہوئے ترک حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ یہ دورۂ ملتوی کر دے۔ وجہ صاف ظاہر ہے شام ان ممالک میں شامل ہے جو امریکا کی نظر میں ''بدی کا محور'' ہیں۔ پھر لبنانی وزیراعظم رفیق الحریری کے قتل کے بعد امریکا اور اسرائیل نے شام پر زبردست دباؤ ڈال رکھا ہے کہ وہ لبنان سے اپنی فوج واپس بلا لے۔

اس نازک صورت حال کو دیکھتے ہوئے احمد سیزر کو شام نہیں جانا چاہیے تھا' لیکن وہ امریکی دباؤ نظر انداز کرتے ہوئے 12 اپریل کو اپنے پڑوسی ملک میں پہنچ گئے۔ شکر ہے کہ ترکی جیسے اسلامی ملک نے ہمت کر دکھائی اور ثابت کر دیا کہ وہ امریکیوں کا غلام نہیں ہے جو ان کے اشاروں پر چلے۔ واضح رہے کہ عثمانی سلطنت ٹوٹنے کے بعد کسی بھی ترک صدر کا شام کا پہلا دورۂ ہے۔ اس کا مقصد دونوں برادر اسلامی ممالک کے مابین موجود اختلافات کم کرنا اور ایک دوسرے کو قریب لانا ہے۔ جناب احمد سیزر نے شامی صدر بشار الاسد سے پہلے تنہائی میں ملاقات کی پھر ان کے وفود کے ارکان بھی بات چیت میں شامل ہو گئے۔ شامی اخبارات نے احمد سیزر کے جرأت مندانہ قدم کو بہ نظرِ تحسین دیکھا اور مضامین میں ان کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔

دونوں صدور کے درمیان مشرق وسطیٰ میں امریکا اور یورپی ممالک کے کردار پر بھی گفتگو ہوئی۔ بشار الاسد نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''مشرق وسطیٰ میں حالات جس نہج پر جا رہے ہیں وہ نوآبادیاتی دور کی بازگشت ہے۔ اگر ہم متحد نہ ہوئے تو پھر ہماری آزادی اور سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی۔ انہوں نے عراق پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ شام اور دیگر ممالک کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔ وہ ترکی کے معاملات میں بھی مداخلت کرنے لگے ہیں''۔

برازیلی صدر کی افریقی مسلمانوں سے معذرت:

پندرھویں' سولہویں صدی میں جب یورپی طاقتوں نے افریقہ سمیت دنیا کے اکثر ممالک پر اپنے قدم جمائے تو انہوں نے مقامی باشندوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ خاص طور پر یورپی تاجر افریقہ سے پورے کے پورے سیاہ فام خاندان پکڑ کر ان ممالک کی طرف لے گئے' جہاں کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنے کے لئے غلاموں کی ضرورت تھی۔ اس وقت سب سے زیادہ افریقی غلام جن میں مسلمانوں کی اکثریت تھی' برازیل پہنچائے گئے۔ مزید برآں برازیل ہی نے سب سے آخر یعنی 1888ء میں غلامی کی لعنت ختم کی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ برازیل کی اٹھارہ کروڑ آبادی میں تقریباً پچاس فیصد لوگ اپنے آپ کو سیاہ فام کہتے ہیں۔ اس ملک میں نائیجیریا کے بعد سب سے زیادہ حبشی آباد ہیں۔ ان میں سے بیشتر کے آباء و اجداد مسلمان تھے۔ چونکہ برازیل عیسائی ملک تھا لہٰذا پیچھے سے تعلق ٹوٹنے کے باعث مسلمان حبشیوں کی اولاد رفتہ رفتہ مقامی آبادی میں گھل مل گئی اور آج بہت کم ایسے سیاہ فام ہیں جو مسلمان ہوں۔ تاہم لاکھوں حبشیوں کی رسوم و رواج میں اسلامی عناصر واضح طور پر ملتے ہیں۔

مسلمان حبشیوں میں سب سے زیادہ تعداد سینیگال سے برازیل پہنچائی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب برازیلی صدر' لوئز لولا سلوا نے چودہ اپریل کو سینیگال کا دورہ کیا' تو انہوں نے عوامی طور پر غلامی کی نشوونما میں برازیلی کردار پر معذرت پیش کی۔ انہوں نے کہا: ''سولہویں صدی تا اٹھارہویں صدی تک جو کچھ ہوا میں اس کا ذمہ دار نہیں' لیکن ہم نے سیاہ فاموں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا' اس پر میں معافی کا خواستگار ہوں''۔ جناب لوئز سلوا افریقی ممالک کے دورے پر ہیں تاکہ ان سے تعلقات بڑھائے جاسکیں۔

افغان فوج عراق میں

یہ حقیقت ہے کہ امریکی خواہ مخواہ افغانستان میں موجود نہیں اور وہ افغان کی تربیت بھی اسی لئے کر رہے ہیں تاکہ اس سے خاطر خواہ کام لے سکیں۔ اخباری خبر کے مطابق افغان صدر حامد کرزئی نے امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ کو یقین دہانی کروائی ہے کہ جلد ہی افغان فوج عراق پہنچ کر اپنی ذمہ داریاں سنبھال لے گی۔ اگر افغان فوج عراق پہنچی' تو یہ عالم اسلام کے لئے خطرے کی گھنٹی ہوگی۔ کیونکہ پھر عراقی اور افغانی آمنے سامنے آ جائیں گے۔ امریکا بھی تو یہی چاہتا ہے کہ عراق میں اس کے فوجی نہ مارے جائیں' بلکہ اس کے دوست میدانِ جنگ میں کام آئیں۔ امریکا نے اسلامی ممالک میں دوستی کے ایسے جال بچھائے ہیں کہ ان میں پھنس کر ہماری حکومتیں نکل نہیں پا رہیں۔

گیس پائپ لائن بنانے کی کوششیں

پاکستان عرصہ دراز سے کوشش کر رہا ہے کہ وہ پائپ لائن کے ذریعے ترکمانستان سے گیس خرید لے۔ ترکمانستان میں گیس کے ذخائر دنیا کے بڑے ذخیروں میں سے ایک ہیں۔ اگر یہ پائپ لائن تعمیر ہوئی تو 1600 کلومیٹر لمبی ہوگی اور اس پر تین ارب تیس کروڑ ڈالر خرچ آنے کا امکان ہے۔ چونکہ اس پائپ لائن نے افغانستان سے گزر کر آنا ہے جہاں اب تک خانہ جنگی جاری ہے' اس لئے یہ منصوبہ لٹکا رہا۔

اب افغانستان میں نسبتاً امن ہے' اس لئے تینوں ممالک کے اعلیٰ حکام کا اجلاس اسلام آباد میں ہوا تاکہ پائپ لائن کی تعمیر کے سلسلے میں پیش رفت ہو سکے۔ ترکمانی حکومت کا کہنا ہے کہ دولت آباد میں گیس کے ذخائر 1.7 ٹریلین کیوبک میٹر تک ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ دنیا میں چوتھا بڑا گیس کا ذخیرہ ہے۔ تاہم حکومت پاکستان چاہتی ہے کہ اس کے ماہرین بھی دولت آباد جا کر اس دعویٰ کی حقیقت جان لیں۔

بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر اب پاکستان کو گیس کی ضرورت ہے اور حکومت کی کوشش ہے کہ وہ ترکمانستان یا پھر قطر یا ایران سے گیس خرید لے۔ حالیہ اجلاس میں تیل و توانائی کے افغان وزیر نے بتایا کہ گیس پائپ لائن نے جن علاقوں سے گزرنا ہے' وہاں اب امن و امان ہے اور پائپ لائن کی پوری طرح حفاظت کی جائے گی۔

اسرائیلی مظالم کے خلاف قرارداد منظور

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے کمیشن نے فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کے خلاف ایک مذمتی قرارداد منظور کر لی ہے۔ اس کے حق میں 29 ممالک نے ووٹ ڈالے' جبکہ 14 غیر جانب دار رہے' 10 ممالک نے قرارداد کے خلاف ووٹ دیئے' جن میں امریکا' برطانیہ' کینیڈا' جرمنی اور اٹلی شامل ہیں۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل مغربی کنارے اور غزہ میں جنیوا کنونشن کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

ایک اور قرارداد میں اسرائیل کو فوراً یہودی بستیوں کی تعمیر روکنے کے لئے کہا گیا۔ یہ قرارداد بھی 39 ووٹوں سے منظور ہو گئی۔ 12 ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ امریکا اور آسٹریلیا نے اس کے خلاف ووٹ دیا۔

نریندر مودی...... مسلمانوں کا قاتل

بھارتی صوبہ گجرات کی انٹیلی جنس کے سربراہ اور پولیس افسر' بی سری کمار نے مرکزی انتظامی ٹریبونل کے روبرو اپنے بیان میں کہا ہے کہ 2002ء میں مسلمانوں کے قتل عام کے احکامات وزیراعلیٰ نریندر مودی نے جاری کیے تھے۔ یاد رہے تب مسلم کش فسادات میں دو ہزار سے زائد مسلمان ہندو انتہا پسندوں نے شہید کر دیئے تھے۔ سری کمار نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے جب وزیراعلیٰ کے بعض احکام نہیں مانے تو سزا کے طور پر ان کی ترقی روک لی گئی۔

government at home. But the protests in Pakistan and Egypt are a global issue that will directly undermine the totalitarians in Washington and Tel Aviv.

A domino effect will definitely follow in all occupied and semi-occupied lands, and the US will hardly be able to afford so many fallen dominos and contain the rise of the most feared "spectre": the real democracy of Islam.

The Islamophobes propagated the non-existent threat of Islam to the extent that defeating Islam became the top most priority in the last 15 years. It is easy for the 9/11 Commission to recommend in its report that "If Musharraf stands for enlightened moderation ... the US should be willing to make hard choices too." It is also easy for the war lords in the media to promote a few dozen opportunist "moderate" Muslims, following a woman in Friday prayers. However, repercussions of such recommendations and undue support to anti-Islam elements are far severe and wider in the Muslim word than anyone could imagine.

It is easy to deceive public at home but making reinvention of Islam acceptable to 1.5 billion Muslims in the name of "enlightened moderation," phony democracy and pseudo liberation is really the most impossible adventure ever undertaken in human history. That's how the "war president," his extremist administration and the war lords in media planted the seeds of self-destruction. That's how they are fast approaching their hour. Those who opted to live by dictators are destined to die by dictators.

After the fall of twin towers, we were bombarded with the phrase, "the world has changed," by the "mainstream media" which is allied with the extremists in power. In fact, the collapse of twin towers didn't change the world as much as the fall of a few dictators like Musharraf would. In their fall lies the fall of the United States of America as we know it.

The US must be the most bizarre empire of human history in terms of being used as a tool in the hands of Israel and its reliance on the tyranny of Muslim dictators. However, in getting ditched by the same two, it is so obviously following the same course to ruins as the other empires i.e., getting the death blows from where it expects them the least.

ماہر القادری

سلام

سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اُس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اُس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا
سلام اُس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت اوجِ دارائی

سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

قیام ودوامِ پاکستان کے حامی حضرات متوجہ ہوں!

صدر مؤسس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

بانیٔ تنظیم اسلامی اور داعیٔ تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

کی حسب ذیل تصانیف کا مطالعہ کریں اور انہیں نوجوان طبقے میں عام کریں:

- اسلام اور پاکستان —— تحریر 1967ء
- پاکستان کی سیاست کا پہلا عوامی دور —— تحریر 69-1968ء
- استحکامِ پاکستان —— تحریر 1985ء
- استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ —— تحریر 1986ء
- موجودہ عالمی حالات میں اسلام کا مستقبل —— تحریر 2004ء
- پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات و خدشات —— تحریر 2004ء

ان کی مجموعی قیمت -/195 روپے ہے، لیکن ایک پیکج کی شکل میں -/150 روپے میں مل جائیں گی۔ (بیرون لاہور سے طلب کرنے والے حضرات اگر قیمت پیشگی منی آرڈر سے ارسال کر دیں گے تو رجسٹرڈ ڈاک کا خرچہ انجمن برداشت کرے گی، وی پی پی منگوانے کی صورت میں ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔)

ناظم اعلیٰ، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور (فون 03-5869501)

ای میل: anjuman@tanzeem.org

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.14
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

The United States is Fast Approaching the Collapse Point

The United States is the most bizarre of all the empires of the past. Despite its enormous powers and unimaginable resources, it has allowed to be prostituted by a tiny Israel and a few opportunist dictators.

Together they form the weakest base on which the United States stands today. Its time is fast approaching to die by freedom and democracy — the gun with which the US has taken lives of hundreds of thousands of people and occupied sovereign states.

The United States will collapse the moment Israel pulls the plug on the bubble of US economy. However, the collapse of the US is already in progress. It will accelerate with the fall of the dictators it is supporting with billions of dollars and thousands of lives. And it will be totally done with the Israel's replacing the US as the Ruling State, just as the US replaced the UK after the World War 1.

The more we are subjected to the claims of promoting democracy, the more we witness the American totalitarians' continued reliance on oppressive dictators whose inevitable doom is fast approaching.

Besides Mubarak's desperate attempts at staying in power, General Musharraf is running out of options to keep his people in fool's paradise for far too long. The signs of decay are obvious those those who want to study Pakistan as an example.

As the public rallies gain momentum in Pakistan and the protests get louder, demanding ouster of "American agents from power," we see strange reactions in the US.

Seeing his buddy in trouble, Bush resorts to changing a long standing US position on the sale of F-16 fighter planes to Pakistan and agrees to provide the military regime dozens of F-16s.

On the media front, unlike the euphoria over the opposition rallies against pro-Moscow candidate in Ukraine, the pro-totalitarians-press in Washington reacts cautiously to the anti-dictator demonstrations in Pakistan. The Washington Post concludes its April 02 editorial with a cautious note: "the Bush administration needs a policy for Pakistan that is designed to outlast Pervez Musharraf."

This, for sure, is not a realisation in favour of democracy. It is an expression of fear in the face of seeing the writing on the wall. The extremists and their friends in the "mainstream" media have realised the ephemeral glory and public acceptance of these autocrats which the US could manage for them with a) intimidation, economic incentives and c) promotion of pseudo-democracy against the will of the people.

a) Intimidation could scare the dictator but not the masses. With bending backwards to the demands from Washington, the dictator in Islamabad could save his rule but not the public from the fall out of the so-called war on terrorism. The "war on terror" rages equally across the Durand Line. Homes of the innocent Pakistanis have been destroyed. They are being harassed, tortured, sent off to the US concentration camps and killed just like the people under Karzai in Afghanistan. The only difference is that the dictator on the Pakistan side of the Durand Line has to use his own troops to do all this dirty work.

b) The economic incentives for Pakistan is an illusive bubble which could keep the people silent for this long but beside pushing an increased number of them below the poverty line, Pakistan has amassed $9.832 billion in potential liabilities. This does not include other liabilities, such as recently issued Islamic bonds and payment of instalments to Boeing for the procurement of 777s.

Pakistan, thus, does not have the foreign-exchange reserves that would be needed should sanctions be imposed on the country - always a possibility should the US suddenly decide to pull the rug under Pakistan's feet. The pretext could be anything for Paul Wolfwitz at the World Bank from Pakistan's refusal to hand over nuclear weapons to its unwillingness to provide assistance in attacking Iran.

c) Freedom and democracy: The most vulnerable of all is the bubble of democratic charade. Since September 2001, Bush had Musharraf as a guest several times, apparently without ever mentioning the administration's democracy program. This all makes a mockery of Bush's inaugural speech and the continued deadly campaigns in Iraq and Afghanistan in the name of liberation.

This is a prime example of the sort of dictator-coddling that, in the past has always come back to haunt the US. This time around the situation would be more serious. It would not be limited to the past trends alone because with masses bringing their real representatives to power, the US would not be in a position to invade, occupy and install Karzais and Allawis everywhere it sees a pro-people government coming to power.

Imagine a world in which Musharraf, Mubarak, the kings of Saudi Arabia and Jordan, and the sheikhs of Kuwait and other Gulf States gone, and real representative of the people taking the reigns in their hand. Did anyone ever think what the masses have been yearning for and what kind of governance mechanism would come to fore?

One can easily guess the answer keeping the extent of the seeds of hostility the US has sown on a mass scale with its policies of protecting the most favoured dictators.

None of the extremists in power in the US has ever thought what they are doing to the feelings and sensibilities of the suffering masses under these tyrannical regimes with their policy of promoting "strongmen." Actually, The US lost the battle for the hearts and minds of the suffering Muslim long before its "intellectual" war lords could advise about it.

Muslim populations under the US supported dictatorial regimes have already realised through practical experience that the US and its extremist allies are not interested in what they claim to be promoting: democracy, freedom and human rights. Above all, there is no reference whatsoever to their right to self-determination and genuine independence from the centuries old colonial interference.

The protests in Ukraine were a local issue that at the most translated into toppling a